نمبر ۸۲ | ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ | یوم سہ شنبہ | مطابق ۹ جنوری ۱۹۳۴ء | جلد ۲۱

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے ۔

صاحبزادی امۃ الرشید بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو چند دنوں سے بخار آتا ہے۔ پہلے بھی کئی بار بخار میں مبتلا ہو چکی ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دُعا کریں۔

حضرت ام المومنین ۷ر جنوری چند یوم کے لئے لاہور تشریف لے گئیں۔ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مالیر کوٹلہ تشریف لے گئی ہیں ۔

۷ جنوری سیدہ ام طاہر حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نئے مکان میں بہت سے اصحاب کو دعوت افطاری دی ۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نیکی کی حقیقت

(فرمودہ ۸۔ جنوری ۱۹۰۳ء)

یاد رکھنا چاہیے۔ کہ نیکی کی حقیقت اتنی ہی نہیں۔ کہ بعض لوگ کسی شر سے ذرا پرہیز کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم نیک ہیں۔ مثلاً ایک کہتا ہے کہ میں نے کبھی چوری نہیں کی۔ یا فلاں شخص موجود نہ تھا۔ اور میں نے اس کے گھر کو آگ نہیں لگا دی۔ ایسی شرارتوں سے بچنا درحقیقت کوئی اعلےٰ درجہ کی نیکی نہیں ہے بہت سے جانور بھی ایسے ملیں گے جن میں یہ صفات پائے جاتے ہیں۔ میاں حسین بیگ نام ایک شخص تھا۔ اس کے پاس ایک کتا تھا۔ وُہ روٹیوں کے پاس بیٹھا رہتا تھا اور ہرگز نہ کھاتا تھا۔ اور نہ کسی کو اٹھانے دیتا تھا۔ ایسا ہی ایک بلی کی بابت سناتا تھا۔ کہ اس کو بھی ایسا ہی سکھایا گیا تھا۔ بعض لوگوں نے امتحاناً ایک کوٹھڑی میں گوشت حلوا وغیرہ جو اس کی مرغوب چیزیں تھیں۔ رکھدیں۔ اور اس کو بند کر دیا۔ تین دن کے بعد جب دروازہ کھولا۔ تو دیکھا۔ کہ وُہ چیزیں ثابت پڑی ہوئی تھیں۔ اور بلی مری ہوئی تھی۔ انسان کو ان واقعات کو سنکر شرم کرنی چاہیئے۔ کہ ان جانوروں نے انسان کے حکم کو ایسا مانا۔ کہ جان دے دی اور یہ انسان ہو کر خدا کے حکم کو نہیں مانتا ۔

اسی طرح بہت سے کتے ایسے موجود ہیں۔ کہ وُہ ایسی وفاداری کرتے ہیں کہ انسان خدا کے ساتھ نہیں کرتا۔ جب اس میں وفاداری نہیں ہے۔ تو پھر خدا تعالےٰ کے فیوض کیسے نازل ہوں۔ دیکھو۔ انسان کو وُہ قوےٰ دیئے گئے ہیں۔ کہ دوسرے کو نہیں ملے۔ پھر نرا شر سے پرہیز کامل نیکی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں بہائم بھی شریک ہیں۔ گھوڑے بھی وفادار ہوتے ہیں۔ اور بہت سے کرتب کرتے ہیں جھک جاتے ہیں۔ چابک گر جائے۔ تو اٹھا کر پکڑا دیتے ہیں اس لئے انسان کا فخر کرنا کہ چند گناہ۔ جو اس نے خود گنے ہوئے ہیں۔ نہیں کرتا یہ تو بہائم سیرت انسانوں کا کام ہے۔ جو موٹے موٹے گناہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ کتے بلی کی طرح ہوتے ہیں جنہوں نے جب برتن کھلا دیکھا۔ تو مونہہ مار لیا۔" (الحکم ۱۴۔ جنوری ۱۹۰۳ء)

اخبار احمدیہ

نماز جنازہ

۵- جنوری خطبۂ جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:-

نماز کے بعد میں چند ایک جنازے پڑھاؤں گا- ایک تو محی الدین صاحب مالاباری کا ہے- جو پُرانے احمدی تھے- مالابار میں احمدیت ان کے ذریعہ ہی قائم ہوئی ہے- ان کے بچے بھی یہیں پڑھے- جن میں سے ایک کی تو زندگی وقف ہے- اور دوسرے گو دُنیوی کام کرتے ہیں مگر مخلص نوجوان ہیں:۔

دوسرا جنازہ عبدالکریم صاحب کا ہے- عام قانون کے ماتحت میں انہی کا جنازہ پڑھتا ہوں- جو یا تو جماعت کے خاص کارکن ہوں، یا پُرانے احمدی ہوں- اور حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں خدمات کر چکے ہوں یا جن کا جنازہ پڑھنے والا کوئی احمدی نہ ہو لیکن ان صاحب کا اس لئے پڑھ رہا ہوں- کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا زندہ معجزہ تھے- یہ وُہی صاحب ہیں جن کو باؤلے کتے نے کاٹا- اور کسولی سے علاج کرانے کے بعد حملہ ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے شفایاب ہُوئے- اب وُہ فوت ہو گئے ہیں:۔

تیسرے چودھری غلام حسین صاحب کا جنازہ ہے- آپ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدی ہُوئے- بہت مخلص تھے- مگر بعد میں غیر مبایع ہو گئے تھے- آخری عمر میں ان کو توجہ ہوئی تھی- اور مجھے لکھا تھا- کہ دعا کریں- اگر آپ کی جماعت ہی میں ہدایت ہے- تو اللہ تعالےٰ میرے نصیب بھی کرے- اور مجھ پر حق کھول دے- کتابیں پڑھتے اور تحقیقات کر رہے تھے- کہ فوت ہو گئے:۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے- ایسے غیر مبایع جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں خدمت کی ہے- اگر اب انہوں نے ہتک نہ کی ہو- تو ہمارا فرض ہے- کہ حضور کی طرف سے ان کی خدمت کا آخری بدلہ جنازہ پڑھ کر دیں- اس پر کئی لوگ مجھ پر ناراض بھی ہُوئے ہیں- مگر اس بارے میں میرا نفس اس قدر مطمئن ہے- کہ میں کسی کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا- میں سمجھتا ہوں- ہمارے دل بغض سے پاک ہونے چاہئیں- زندگی میں ہم ان سے دلائل سے لڑیں گے لیکن ان کی وفات کے بعد خدا تعالےٰ سے یہی کہیں گے- کہ یہ تیرے مسیح پر ایمان لائے تھے- ہمیں جو تکلیف ان سے پہونچی ہے- وُہ معاف کرتے- اور تیرے حضور ان کے لئے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں- خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات پر بھی میں نے ایسا کیا تھا- خلافت کا انکار تو اللہ تعالےٰ سے تعلق رکھتا ہے- مگر ان کی وفات کی خبر سنتے ہی میں نے ان کے لئے دُعا کی- اور کہا- کہ میں اپنی تکالیف معاف کرتا ہوں- اللہ تعالےٰ بھی انہیں معاف کر دے- مرنے کے بعد ایسی بات کو دل میں رکھنا میں بہت ہی ادنےٰ سمجھتا ہوں- میں بہت غور اور لمبی تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں- کہ دعا اور جنازہ میں فرق ہے- اور دعا سوائے مشرک کے ہم ہر ایک کے لئے خواہ وُہ کسی مذہب و ملت کا ہو- کر سکتے ہیں- ہاں جنازہ نہیں پڑھ سکتے- جب تک کہ وُہ مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان نہ لائے-

۴۴- چوتھا جنازہ بھیرہ کے ایک نوجوان کا ہے- گو وہاں جماعت کافی ہے گر وہاں سے خط آیا ہے- کہ مرحوم کے باپ کو اس کا اس قدر خیال ہے- کہ وُہ پاگل سا ہُوا جاتا ہے- کہ میرے بیٹے کا جنازہ نہیں پڑھا گیا- اس لئے اس کی قلبی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہُوئے میں اس کا جنازہ بھی پڑھاؤں گا- یہ بھی ہو سکتا ہے- کہ جلسہ کی وجہ سے جماعت کے اکثر لوگ یہاں آئے ہوں اور اس طرح وُہ اس شرط کے نیچے بھی آ جاتا ہو- جو میرے جنازہ پڑھنے کے لئے ہے- مجھے افسوس ہے- کہ دفتر نے مجھے پوری فہرست نہیں دی- میرے خیال میں بعض اور جنازے بھی ہیں- جو انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں پڑھا دونگا:۔

جناب مفتی ضیاء الدین صاحب آف پونچھ کی تقریر

جناب مفتی ضیاء الدین صاحب آف پونچھ کو بوجہ ان کی سیاسی قربانیوں کے تمام دُنیا جانتی ہے- انہوں نے کشمیر و پونچھ کی آزادی میں شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر بہت بڑا کام کیا ہے کئی بار قید ہُوئے- اور ملک سے نکالے گئے- حال میں میرپور کانفرنس سے فارغ ہو کر آپ لاہور سے ہوتے ہوئے جب قادیان آئے- تو یہاں کی پبلک کی خواہش پر انہوں نے ایک تقریر فرمائی- جس میں ان واقعات پر روشنی ڈالی- جو کشمیر کی ہنگامہ آرائیوں کا باعث ہُوئے- اس اثنا میں انہوں نے سابق آل انڈیا کشمیر کمیٹی- اس کے صدر محترم اور اس کے کارکنوں کا فرداً فرداً ذکر کرتے ہُوئے شکریہ ادا کیا- اور کہا- یہ میرا فرض تھا- جسے مجھے ادا کرنا تھا- سو میری خوش قسمتی ہے- کہ آج مجھے یہ موقع عطا ہُوا- کہ اس مقام پر کھڑے ہو کر اپنے جذباتِ امتنان کا اظہار کر رہا ہوں- جہاں کے رہنے والوں نے کشمیر کی آزادی میں اتنا بڑا کام کیا ہے- کہ تا ابد بھی اگر کشمیر و پونچھ کا بچہ بچہ اس کی شکر گزاری میں شریک ہو- تو حق ادا نہیں کیا جا سکتا:۔

اس ضمن میں انہوں نے حاضرین کو یقین دلایا- کہ اب بھی اگرچہ بظاہر ایک جدید کشمیر کمیٹی قائم ہو چکی ہے- مگر درحقیقت سابق صدر محترم کی معنویات- اور آپ کے قیمتی مشورے ہی ہمارے لئے بطور روشنی کا مینار کام دے رہے ہیں- اور کسی صورت میں بھی ہم آپ کی ذاتِ والاصفات سے مستغنی نہیں ہو سکتے- اور یہ کہ اہالیانِ کشمیر و پونچھ جو دل و دماغ رکھتے ہیں- اپنے لئے میدانِ سیاسیات میں بہت بڑا خلا محسوس کر رہے ہیں- جس کا پُر ہونا بہت دُور کی بات معلوم دیتی ہے- تا وقتیکہ سابق صدر محترم اس کے پُر کرنے کی طرف توجہ نہ فرمائیں:۔

آپ کی تقریر کے بعد صدر جلسہ جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جنہوں نے کشمیر و پونچھ کے معاملات میں بہت بڑا حصہ لیا ہے- جناب مفتی ضیاء الدین صاحب کا تعارف کراتے ہوئے بعض دلچسپ واقعات پیش کئے- اور آخر میں بتلایا- کہ اگرچہ جدید آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے شیخ محمد عبد اللہ صاحب کی طرف سے ایک اعلان اپنے دستخطوں کے ساتھ شائع کیا ہے- جس کی تشریح کے لئے ابھی ایک صاحب نے مطالبہ کیا ہے- مگر جہاں تک وُہ ذاتی طور پر شیخ صاحب کو جانتے ہیں- یہ باور نہیں کیا جا سکتا- کہ ایک ایسا سیاسی لیڈر جو تمام فرقہ ہائے اسلام کو سیاسی محاذ میں متحد دیکھنا چاہتا ہے- اس اعلان کے ذریعہ اتنی بڑی غلطی کر سکتا ہے- جناب مفتی صاحب نے بھی اس اعلان کی تردید کی- اور درحقیقت اس قسم کے اختلافات کی بنیاد اٹھانے کے معنی یہ ہیں- کہ وُہ زرین اصل جس پر قائم کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز چودہ- پندرہ سال سے کوشش فرما رہے ہیں- اور جس کے شیریں نتائج اہل کشمیر و پونچھ اور تمام ہندوستان آزادیٔ کشمیر کی تحریک کے اثنا میں دیکھ چکا ہے اس کو چھوڑ کر تمام مسلمان سابقہ تلخ تجربوں کا اعادہ کریں- کشمیر کی تحریک سے پہلے مسلمان مختلف تحریکات کے اثنا میں فرقہ بندی کے اصل پر جدوجہد کر کے ناکامی کا منہ دیکھ چکے ہیں- اور کشمیر کی تحریک ایک پہلی تحریک ہے جس میں مسلمان لیڈروں نے آپس میں فیصلہ کر کے ایک متحدہ محاذ قائم کیا- اور احمدی اور غیر احمدی کے سوال کو درمیان سے اٹھا کر اپنے میں سے ایک روشن ضمیر اور روشن دماغ لیڈر منتخب کیا- جس کا نتیجہ یہ ہُوا- کہ اہل کشمیر و پونچھ باوجود اس کے کہ اُن کو بدراہ کرنے والی ایجنسیاں چاروں طرف سے کوشش کر رہی ہیں- کھلے الفاظ میں اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں- کہ اس اتحاد کا نتیجہ اُن کے لئے ہر رنگ میں بابرکت ثابت ہُوا- مگر افسوس مسلمانوں کی شومیٔ اعمال غالباً ان کو اس اتحاد کی برکت سے زیادہ دیر فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتی معلوم نہیں ہوتی- تاہم یہ شکر کا مقام ہے- کہ کشمیر کے اندر ابھی تک ایسے نفوس موجود ہیں- جو سٹیج پر اپنے اور غیروں کے سامنے اس حقیقت کا اعلان ہمیشہ کرتے رہتے ہیں جیسا کہ جناب مفتی صاحب نے ابھی اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا ہے- اور آپ لوگوں کو شیخ محمد عبد اللہ صاحب کی طرف سے یقین دلایا ہے- کہ وُہ مسلمانوں کے درمیان سیاسی سٹیج پر مذہبی اختلاف کے سوال کو اس وقت تک نہیں آنے دیں گے- جب تک کہ وُہ زندہ ہیں:۔ اس کے بعد دُعا پر جلسہ ختم ہُوا:۔

درخواست ہائے دعا

۱- بعض مخلص احباب جو دور دراز میں پڑے ہوئے مرکز کی جدائی اور جلسوں میں شامل نہ ہونے کے سبب تڑپ رہے ہیں- ان میں سے بعض کے خطوط میں نے جلسہ میں پڑھ کر سنائے تھے- اور ان کا سلام پہنچا کر اُن کے واسطے تحریکِ دعا کی تھی- مگر چونکہ بعض دوست ہر وقت جلسہ میں موجود نہیں ہوتے- اس واسطے سب کی خدمت میں تحریکِ دعا کے واسطے میں اُن درخواست کنندوں کے نام اخبار میں بھیجتا ہوں- مولانا عبدالرحیم

صاحب قدو- لنڈن- احمد اینڈرسن نومسلم امریکہ- عبدالحق سوورائٹ نومسلم کیلی فورنیا- فضل الرحمٰن حکیم مبلغ سالٹ پانڈ- ڈاکٹر شاہ نواز- زنجبار- ڈاکٹر فضل دین صاحب کمپالہ- ڈاکٹر محمد منیر صاحب دھرم پورہ- خاکسار محمد صادق عفا اللہ عنہ:۔

۲- ایک مخلص احمدی خاتون لکھتی ہیں:۔ میں شادی کے بعد احمدی ہوئی ہوں- میرا خاوند شیعہ مذہب کا ہے- جس سے دو لڑکے- اور ایک لڑکی ہے- مجھے احمدیت سے بڑی محبت ہے- اور دلی خواہش ہے- کہ میری اولاد بھی احمدی ہو- میرا خاوند سخت مخالف ہے- تمام بہن بھائی دردِ دل سے دعا کریں- کہ میرے خاوند کو خدا تعالےٰ احمدی بنا دے- اور میری اولاد مخلص احمدی ہو:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۸۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ رمضان ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

جلسہ سالانہ ۱۹۳۳ء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

اہم اور ضروری امور کے متعلق ارشادات

۴

بعض مخلص احمدی نوجوانوں کا ذکر

اس موقعہ پر میں ایک خاص بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اور وُہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پنجاب میں ایک نئی رُوح پیدا ہو رہی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے مُردنی سی چھائی ہُوئی تھی۔ لیکن دو سال سے بیداری پائی جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھے

مخلص نوجوان

پیدا ہو رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام آج میں لے دیتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر۔ کہ آپ بھی مخلصین کے نام لے کر ذکر کر دیا کرتے تھے۔ پھر اس لئے بھی کہ جن کے نام لئے جائیں۔ ان میں غیرت پیدا ہو جائے۔ کہ اس

عزت کو قائم رکھنا

چاہیئے۔ کئی مخلص نوجوان ہیں۔ جن میں سے بعض کے لئے ان کی سرگرمیوں کے متعلق حد بندی کی ضرورت ہے۔ اور بعض کے لئے قوتِ عملیہ کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک تو سرحد کے محمد اللہ بخش صاحب قضبا ہیں۔ ان میں دین کے متعلق جوش ہے۔ اور کام کرنے کی خواہش ہے۔ وُہ گزشتہ زندگی میں بھی قومی کام کرتے رہے ہیں۔ احمدی قیود میں اگر خدا تعالیٰ نے انہیں کام کرنے کی توفیق دی۔ تو امید ہے۔ کہ اچھا کام کر سکیں گے۔ ایک اور نوجوان چودھری فقیر محمد خاں صاحب ہیں۔ یہ نسبتاً پرانے احمدی ہیں۔ اور نوجوانوں کے لئے اچھا نمونہ ہیں۔ ایک چودھری اعظم علی صاحب ہیں۔ یہ نئے جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ انہوں نے اخلاص کا نہایت اچھا نمونہ دکھلایا ہے۔ وُہ شیعوں میں سے آئے ہیں لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے اخلاص کا قابلِ تعریف نمونہ پیش کیا ہے اور میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ کہ اور نئے آنے والے کیوں نہ ان کی طرح دین میں ترقی کر سکیں۔ بیعت کرنے کے چھ ماہ بعد جب میں نے ان کی شکل دیکھی۔ تو میں پہچان نہ سکا۔ کیونکہ ان کی شکل سے ایسا اخلاص اور ایسی دینداری ظاہر ہوتی تھی۔ گویا کہ وُہ پُرانے احمدی ہیں۔ اسی طرح چودھری محمد شریف صاحب وکیل۔ مرزا عبدالحق صاحب وکیل۔ میاں عطاء اللہ صاحب وکیل۔ چودھری عبداللہ خان صاحب برادر چودھری ظفر اللہ خان صاحب۔ قاضی پروفیسر محمد اسلم صاحب۔ ڈاکٹر محمد منیر صاحب۔ عبدالرحمٰن صاحب خادم بشرطیکہ نفس پر قابو رکھیں۔ چودھری خلیل الرحمٰن صاحب بنگال۔ اور اسی طرح اور کئی نوجوان ہیں۔ جن کے اندر سلسلہ کی خدمت اور روحانی ترقی کا جوش ہے۔ بعض نسلی احمدی ہیں۔ بعض نئے احمدی ہیں۔ اور ان نوجوانوں کی حالت دوسرے نوجوانوں کے لئے نیک نمونہ بن سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان لوگوں نے صحیح طریق پر ترقی جاری رکھی۔ تو

رویا اور کشوف

سے بھی حصہ پا سکینگے۔ تمام احمدیوں کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ان کی اولاد میں روحانیت پائی جائے۔ اور ہمارے نوجوان روحانیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں۔ کہ اصل چیز یہی ہے۔ ورنہ علمی بحثوں نے مولویوں کو کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اور نہ یہ بحثیں ہمیں کوئی فائدہ دے سکتی ہیں ؛؛

نئے مبلغ

جو پیدا ہو رہے ہیں۔ ان میں بھی اچھے نوجوان نکل رہے ہیں۔ مولوی محمد سلیم صاحب ایک اچھے مبلغ ہیں۔ مولوی مبارک احمد صاحب کی قابلیت اس سے پہلے معلوم نہ تھی۔ اب ظاہر ہو رہی ہے۔ ہماری جماعت میں ایک صاحب تھے۔ جو اب فوت ہو چکے ہیں۔ وُہ مبلغین کے متعلق نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم کے متعلق بھی نکتہ چینی کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ وُہ مجھے ملنے کے لئے پالم پور گئے۔ تو کہنے لگے۔ میں نے اپنی جماعت میں مبارک احمد ایک مبلغ دیکھا ہے۔ جو بہت قابل ہے۔ میں نے کہا شکر ہے۔ آپ کو ایک قابل مبلغ تو مل گیا۔ ایک اور مبلغ شیخ عبدالقادر صاحب ہیں۔ وُہ ہندوؤں میں سے آئے ہیں۔ اور اب نوجوان نئے مولوی ہیں مجھے بتایا گیا ہے۔ کہ ان کی تحریر کا رنگ اچھا ہے۔ غرض نئے مبلغ نکل رہے ہیں۔ اور اچھے اچھے نکل رہے ہیں۔ امید ہے۔ کہ جماعت کو مبلغوں کے نہ ملنے کی جو شکایتیں رہتی ہیں۔ وُہ کسی حد تک دور ہو جائیں گی گو ان کا کلیۃً دُور ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ ابھی مبلغ اس قدر نہیں ہیں۔ کہ ہر جماعت کی شکایت دُور کی جا سکے ؛؛

مالی مشکلات کے انسداد کا سوال

باقی روپیہ کا سوال ہے۔ مالی لحاظ سے دُنیا پر ایسی تباہی آئی ہُوئی ہے۔ کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ زمیندار اس قدر کُچلے اور مسلے جا چکے ہیں۔ کہ ان کی حالت نہایت ہی قابلِ رحم ہو گئی ہے۔ اس وقت یہاں

پنجاب کونسل کے دو ممبر

بیٹھے ہیں مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ انہوں نے کونسل میں زمینداروں کے متعلق وُہ کوشش نہیں کی۔ جو انہیں کرنی چاہیئے تھی۔

زمینداروں کی تباہی

کا سوال ایسا سوال ہے۔ کہ اس کے متعلق حکومت سے خوب لڑنا جھگڑنا چاہیئے۔ اور اس پر ملک کی اصل حقیقت اچھی طرح واضح کر دینی چاہیئے۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ حکومت پر اگر اصل حقیقت واضح ہو۔ تو وُہ پورا زور اس کی اصلاح کے لئے نہ لگائیگی۔ انگریز قوم علاوہ دیانت دار ہونے کے کاروباری بھی ہے۔ اور وقت کی ضرورت کو خوب پہچانتی ہے۔ پس اگر حکومت پر بار بار زور ڈالا جائے۔ اور زمینداروں کی حالت کو ان پر واضح کیا جائے۔ تو ضرور اثر ہوگا۔ پس کم سے کم ہمارے احمدی ممبران کونسل و اسمبلی وغیرہا کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور اس وقت تک دم نہیں لینا چاہیئے۔ جب تک غریب زمینداروں کی حالت کی درستی کا انتظام نہ ہو جائے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مالیہ میں سے چند روپے گھٹا دینے سے کچھ نہیں بن سکتا۔ جب تک اجناس کی قیمتیں بڑھائی نہ جائیں۔ اور فروخت اشیاء کے لئے نئی منڈیاں نہ نکالی جائیں۔ اس وقت تک زمینداروں کی حالت کبھی درست نہ ہوگی۔ یہ سوال نہایت اہم ہے۔ اور

ہماری جماعت کے ممبران کونسل

کو اس بارے میں دوسروں سے مشورہ کرکے یہ کام شروع کر دینا چاہیئے۔ اور حکومت پر زور دینا چاہیئے۔ کہ وُہ زمینداروں کے متعلق جلد توجہ کرے۔ ورنہ اگر یہی حالت رہی جو اب ہے۔ تو کوئی عجب نہیں کہ دو تین سال کے بعد بولشویک خیالات پھیل کر زمینداروں کا ایک طبقہ بغاوت کا رنگ اختیار کر لے۔ جیسا کہ اس ایڈریس سے بو آتی ہے۔ جو ریٹائرڈ فوجی افسروں نے حال ہی میں ہمارے صُوبہ کے گورنر صاحب بہادر کو غالباً شیخو پورہ ضلع میں دیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اجناس کی ارزانی کی وجہ سے

زمینداروں کی حالت

ایسی گر گئی ہے۔ کہ بہت سے ان میں سے مالیہ کی ادائیگی کے لئے زیوروں اور برتنوں اور دیگر اشیاء کے فروخت کرنے پر مجبور ہُوئے ہیں۔ اور اب وُہ بالکل تہیدست ہو رہے ہیں۔

اگر اجناس کی قیمت فوراً نہ بڑھی ۔ اور معقول حد تک نہ بڑھی ۔ تو ڈر ہے کہ جو لوگ اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھ سکتے ۔ انکی طرف سے شورش نہ پیدا ہو جائے ۔ اور اگر ایسا ہوا تو یہ ملک اور حکومت دونوں کے لئے سخت نقصان دہ ہوگا ۔ اور ملک کی ترقی بہت پیچھے جا پڑے گی ۔ جہاں تک میرا خیال ہے ۔ اگر ہندوستان کے زمینداروں کی حالت ایسی گری ہوئی نہ ہو ۔ تو

بالشویک پروپیگنڈا

یہاں جڑ نہیں پکڑ سکتا ۔ پس ممبران کونسل کو چاہیئے ۔ کہ رات دن ایک کرکے حکومت کو اس خطرہ سے آگاہ کریں ۔ اور اسے زمینداروں کی حالت کی طرف متواتر توجہ دلائیں ۔ حکومت کی یہی خیر خواہی ہے ۔ یہ خیر خواہی نہیں کہ اسے غافل رکھا جائے ۔ اور یہ کہا جائے ۔ کہ زمینداروں کی حالت اچھی ہے ۔ اور وہ مطمئن ہیں ۔ یہ خان بہادری اور دوسرے خطابات حاصل کرنیوالوں کا طریق عمل ہے ۔ ملک اور حکومت کی خیر خواہی اسی میں ہے ۔ کہ حکومت کو بتایا جائے ۔ کہ زمینداروں کی حالت نہایت ہی نازک ہو چکی ہے ۔ اور ملک میں تباہی پھیلتی جا رہی ہے ۔ اگر اس کا انسداد نہ کیا گیا ۔ تو چند سال کے بعد زمیندار ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائیں گے ؛

ان حالات کی وجہ سے ہماری جماعت کو بھی مالی مشکلات درپیش ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں ۔ ان مشکلات میں میرے نزدیک کچھ بے برکتی کو بھی دخل ہے ۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو جتنا کام دین کے لئے کرنا چاہیئے ۔ اتنا وہ نہیں کرتے ۔ ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے ۔ جو شخص

خدا تعالےٰ کا حق

ادا نہیں کرتا ۔ وہ کسی اور ٹھوکر میں جا پڑتا ہے ۔ اور اس وجہ سے اس کے مال میں کمی ہو جاتی ہے ۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو اس وجہ سے بھی مشکلات پیش آتی ہیں ۔ اس سال میں نے جو بجٹ تیار کرایا ۔ وہ موجودہ آمدنی کے لحاظ سے ہی تیار کرایا گیا ۔ اس سے معلوم ہوا ۔ کہ ایک لاکھ روپیہ جو جماعت کو دین کے لئے دینا چاہیئے ۔ وہ نہیں دیتی ۔ اس سال کے ابتدائی مہینوں میں جماعت نے کسی قدر ہمت کی تھی ۔ اور نتیجہ یہ ہوا تھا ۔ کہ قرض میں ترقی نہ ہوئی تھی ۔ مگر اب دو تین ماہ سے پھر سستی ہوئی ہے ۔ اور نتیجہ یہ ہوا ہے ۔ کہ یکمشت پچیس ہزار کا بوجھ اور بڑھ گیا ہے ۔ اگر جماعتیں اپنے بجٹ کے مطابق رقم پوری کر دیں ۔ تو مجھے یقین ہے ۔ کہ بغیر چندہ خاص کے سلسلہ کی مالی حالت اچھی ہو سکتی ہے ۔ ممکن ہے بعض جماعتوں کو شکایت ہو ۔ کہ ان کا بجٹ حساب سے زیادہ مقرر ہو گیا ہے ۔ لیکن ان کے لئے راستہ کھلا ہے اگر کوئی جماعت ایسا خیال کرتی ہے ۔ تو اس کا فرض ہے ۔ کہ وجوہات پیش کرکے بجٹ کی اصلاح کرائے ۔ لیکن جماعتیں نہ تو اصلاح کرائیں اور نہ بجٹ کو پورا کریں ۔ تو یاد رکھیں ۔ خدا تعالےٰ کی راہ میں تکبر نہیں چلتا ۔ اس راہ میں وہی کامیاب ہوتا ہے ۔ جو اپنے آپ کو سوئی کے ناکے سے گذارتا ہے ۔ وہ جو تکبر کرتا ہے ۔ خدا تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں وہی فائدہ حاصل کرتا ۔ اور

خدا تعالےٰ کے انعامات کا وارث

بنتا ہے ۔ جو اس کی راہ میں تذلل اختیار کرتا ہے ۔ اور تذلل کے ذریعہ اس کی رضا چاہتا ہے ۔ پس اگر کسی جماعت کے بجٹ میں غلطی ہو ۔ تو اس کی اصلاح کرائے ۔ مگر جب اصلاح ہو جائے ۔ یا اصلاح نہ کرائی جائے ۔ اور مقررہ بجٹ تسلیم کر لیا جائے ۔ تو پھر بجٹ کے مطابق چندہ دے ۔ پیچھے میں نے اعلان کرایا تھا ۔ کہ جو جماعتیں دسمبر تک کا چندہ پورا ادا نہ کریں گی ان کے متعلق سخت قدم اٹھایا جائے گا ۔ مگر اب میں یہ اعلان کرتا ہوں ۔ کہ

چندہ پورا کرنے کا وقت

مالی سال کا آخر مقرر کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ دسمبر تک زمینداروں کی ساری فصلیں تیار نہیں ہوتیں ۔ پس میں اعلان کرتا ہوں ۔ کہ

۳۰ اپریل کے بعد

میں ایسی لسٹ تیار کراؤں گا ۔ جس سے یہ معلوم ہو ۔ کہ کس کس جماعت نے اپنا سالانہ بجٹ پورا کیا ۔ اور کس کس نے نہیں کیا ۔ اس کے بعد جو مناسب کارروائی ہوگی ۔ کی جائے گی ۔ آج کی رپورٹ یہ ہے ۔ کہ اس وقت تک ۷۴ ہزار کے بل قابل ادائگی ہیں ۔ بعض بل ابھی آئے نہیں ۔ اور کارکنوں کی چار ماہ کی تنخواہیں باقی ہیں بے شک آپ لوگوں کو بھی مالی مشکلات ہیں ۔ لیکن جو ملازم ہیں ۔ ان کو ماہواری تنخواہ تو مل جاتی ہے ۔ مگر یہاں کام کرنے والوں کو چار چار ماہ تک تنخواہیں نہیں ملتیں ۔ اس وجہ سے

مخلصین کے ایمان

میں تو کوئی فرق نہیں آتا ۔ مگر جو کمزور ایمان والے ہیں ۔ ان کے ایمان میں فرق آ جاتا ہے ۔ اور وہ اس قسم کی تمسخر آمیز باتیں کرنے لگ جاتے ہیں ۔ کہ حیرت ہوتی ہے ۔ چونکہ ایک گندی مچھلی تالاب کو گندہ کر دیتی ہے ۔ اس لئے میں ایک آدھ ایسے شخص کا ذکر کرکے کیوں مخلصین کے ایمان پر پانی پھیرں مگر اتنا سن لو ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کاد الفقر ان یکون کفرا یعنی کبھی فقر بھی کفر بن جاتا ہے ۔ اب میں نے مالی مشکلات سے تنگ آکر فیصلہ کر دیا ہے ۔ کہ مبلغین دورے نہ کریں ۔ اور خط و کتابت میں بھی کمی کر دی جائے ۔ اور قرض لے کر کارکنوں کو دو دو ماہ کی تنخواہیں دی گئی ہیں ۔ یہ حالت کب تک برداشت کی جا سکتی ہے ۔ اور کب تک اس طرح کام چل سکتا ہے ۔ جماعتوں کو اس ذمہ داری کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور جن کے ذمے بقائے ہوں ۔ انہیں

سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے

ادا کر دینے چاہیں بے شک آج کل کی مالی پریشانی بہت بڑی پریشانی ہے مگر یاد رکھو ۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے سب تکالیف دور ہو سکتی ہیں ۔ کیا جس خدا نے ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۲۴ء تک غلہ کا بھاؤ نہایت گراں رکھا ۔ وہ اب ایسی طرح نہیں کر سکتا ۔ وہ اب بھی کر سکتا ہے ۔ مگر اس کے لئے اتنی قربانی کرنی چاہیئے ۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل کے مستحق قرار دے دے ۔ اس میں شبہ نہیں ۔ کہ بظاہر حالات یہ محال معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ۳۳ کروڑ انسانوں کی خرابی کو چند لاکھ انسانوں کی قربانی کی خاطر دور کر دیا جائے ۔ مگر یاد رکھو ۔ کہ مخلص جب

قربانی کی آخری حد

کو پہنچ جائے ۔ تو خدا تعالےٰ ایک کے لئے بھی ۳۳ کروڑ کو بخش سکتا ہے ۔ اور ایک مخلص کی خاطر بھی ۳۳ کروڑ کو تباہ کر سکتا ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے ۔ کہ گو یہ محض ایک قصہ ہے ۔ مگر اس میں عبرت ضرور ہے ۔ بعض نے لکھا ہے ۔ کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت طوفان آیا ۔ اور ساری دنیا اس میں غرق ہو گئی ۔ تو خدا تعالےٰ نے فرشتوں سے کہا ۔ ابھی پانی اور اونچا کرد ۔ تاکہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑیا کا جو بچہ بیٹھا ہے ۔ وہ پانی پی سکے ۔ اس کہانی میں یہ عبرت ہے ۔ کہ ایک بے گناہ کے لئے کروڑوں گناہ گاروں کو تباہ کیا جا سکتا ہے ۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے ۔ کہ ایک بے گناہ کو بچانے کے لئے کروڑوں گنہگاروں کو بھی بخشا جا سکتا ہے ؛

قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے بھی ۔ کہ مندرجہ ذیل باتوں سے

مصائب اور مشکلات

دور ہو سکتی ہیں ۔ اول صبر ہے ۔ مومن کو تکالیف اور مصائب میں گھبرانا نہیں چاہیئے ۔ بلکہ صبر سے کام لینا چاہیئے ۔ گھبرانے سے کبھی کوئی مصیبت ٹلی ہے ۔ کہ اب ٹل سکے ۔ خدا تعالےٰ اپنے بندوں کو مصائب میں مبتلا کرکے دیکھتا ہے ۔ کہ میرا بندہ ابتلاء پر ناراض تو نہیں ہوتا ۔ اور اس وقت بھی میری رضا کو مقدم رکھتا ہے ۔ یا نہیں ۔ مثنوی رومی میں آتا ہے ۔ کہ

حضرت لقمان

کو کسی کی غلامی اختیار کرنا پڑی ۔ ان کا مالک ان پر بہت مہربان تھا ۔ اور ان کی بڑی تواضع کرتا تھا ۔ ایک دفعہ اس کے پاس بے موسم کا خربوزہ آیا ۔ اس نے اس کی ایک قاش تراش کر حضرت لقمان کو دی ۔ اور انہوں نے خوب مزے سے کھائی ۔ اس نے سمجھا ۔ انہیں بہت اچھی لگی ہے ۔ اس پر اس نے اور دی ۔ اور وہ بھی انہوں نے مزے سے لیکر کھائی ۔ یہ دیکھ کر ایک قاش اس نے خود کھانی چاہی ۔ لیکن مونہہ میں ڈالتے ہی اسے معلوم ہوا ۔ کہ وہ بہت بے مزہ ہے ۔ اس پر اس نے حضرت لقمان سے کہا ۔ یہ آپ نے کیا کیا ۔ ایسے بدمزہ خربوزہ کو کیوں مزے سے لیکر کھاتے رہے ۔ انہوں نے جواب دیا ۔ اس ہاتھ سے میں نے اتنی میٹھی چیزیں کھائی ہیں ۔ کہ یہ بڑی بے حیائی ہوتی ۔ اگر اس کڑوی قاش پر مونہہ بناتا ۔ تو خدا تعالیٰ کبھی بندہ سے حضرت لقمان والا صبر دیکھنا چاہتا ہے ۔ کہ اتنی نعمتیں جو میں نے اسے دی ہیں ۔ مصائب نازل کرکے دیکھوں ۔ کہ اس کی کیا حالت ہوتی ہے ۔ پھر مصائب و مشکلات سے نجات دلانے والی

دوسری چیز

قربانی ہے ۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے ۔ کہ طالب علمی کے زمانہ میں مجھے لباس کے متعلق بہت تکلیف رہتی ۔ ایک دفعہ کسی نے دو نہایت عمدہ صدریاں بنوا کر بھیجیں ۔ جو مجھے بہت اچھی لگیں ۔ ان میں سے ایک پہن کر میں باہر نکلا ۔ اور میں نے سمجھا ۔ کہ میں بھی کیا بانکا ہوں ۔ سیر سے واپس آیا ۔ تو معلوم ہوا ۔ کہ دوسری صدری چوری ہو گئی ہے ۔ اس پر میں نے جو صدری پہنی ہوئی تھی ۔ وہ بھی صدقہ میں دے دی ۔ اور میرے پاس کوئی عمدہ کپڑا پہننے کے لئے نہ رہا ۔ مگر خدا تعالیٰ نے ایک امیر آدمی کا جو بیمار تھا ۔ علاج کرنے کا موقعہ پیدا کر دیا ۔ اور اس میں کامیابی عطا کی ۔ اس طرح مجھے اتنی دولت مل گئی ۔ کہ مجھ پر حج فرض ہو گیا ؛

تیسری چیز

استقلال ہے ۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں ۔ جو ایک کام کچھ عرصہ کرتے ہیں ۔ اور

پھر چھوڑ دیتے ہیں ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا [illegible] رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب سے اچھی نیکی کونسی ہے ۔ آپ نے فرمایا جو ہمیشہ جاری رہے ۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ۔ کہ جو کمزور ہوں ۔ وہ اپنے لئے دو پیسے [illegible]

یورپ و امریکہ میں تبلیغ اسلام

یہ وہ تقریر ہے۔ جو جناب چودہری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لار لاہور نے ۲۶ دسمبر ۱۹۳۳ء جلسہ سالانہ پر کی ؛ (ایڈیٹر)

میرا مضمون اس وقت یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام پر ہے۔ میں کوشش کروں گا۔ کہ میری آواز سب احباب کو پہنچ سکے لیکن اگر شروع میں نہ پہنچ سکے۔ تو شاید آہستہ آہستہ پہنچنی شروع ہو جائے۔ اسی طرح سننے والوں کو چاہیئے۔ کہ وہ میری تقریر سنتے رہیں۔ اور جنہیں آواز اچھی طرح نہ پہنچے انہیں چاہیئے۔ کہ کوشش کریں کہ جو لفظ ان کے کانوں تک پہنچ جائے۔ وہ سن لیں ؛

میرا مضمون کوئی

علمی مضمون

نہیں۔ بلکہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ اس سے غرض یہ ہے۔ کہ چونکہ پچھلے تین سال میں مجھے متواتر

یورپ جانے کا اتفاق

ہوا ہے۔ اور اس دفعہ کے سفر یورپ میں کچھ عرصہ کے لئے امریکہ جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ اس لئے یورپ اور امریکہ میں

تبلیغ اسلام کے حالات

جو مجھے معلوم ہیں۔ وہ دوستوں کے سامنے عرض کر دوں۔ اس لئے میری تقریر حالات کے بیان کرنے کے رنگ میں ہوگی۔ نہ کہ مسلسل یورپ میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں ذاتی علم تو مجھے انگلستان کے مشن کے متعلق ہے۔ اور امریکہ کی تبلیغ کے متعلق میں شکاگو کے حالات بیان کر سکتا ہوں۔ جن میں سے اکثر میرے دیکھے ہوئے ہوں گے۔ اور بعض سنے ہوئے بھی ؛

انگلستان میں ہمارا مشن

خلافت ثانیہ کی ابتدار

سے ہی قائم ہے۔ مکرمی چودہری فتح محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات کے وقت انگلستان میں تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے ماتحت آپ نے علیحدہ مشن کے طور پر کام کرنا شروع کر دیا۔ ۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ جب کانفرنس مذاہب عالم میں شرکت کیلئے لنڈن تشریف لے گئے۔ تو اس وقت حقیقی طور پر آپ نے لنڈن مشن کی بنیاد رکھی۔ اس سے کچھ عرصہ قبل اگرچہ زمین اور مکان وغیرہ جو اب مسجد سے ملحق ہیں۔ حاصل کر لئے گئے تھے۔ لیکن اصل مشن ۱۹۲۴ء کے بعد ہی قائم ہوا

پہلے دس سال

کا کام ابتدائی حالت میں تھا۔ مگر بعد کا کام ایک نظام اور باقاعدگی کے رنگ میں ہو گیا۔ انگلستان میں

ہمارے مشن کی صورت

یہ ہے۔ کہ مسجد کے ساتھ ایک مکان ہے۔ جہاں مبلغین قیام کرتے ہیں اور جو دوست وہاں تعلیم کے لئے یا مختلف مذہبی سوالات دریافت کرنے کے لئے آجاتے ہیں۔ انہیں تعلیم دی جاتی ہے۔ مسائل پر گفتگو کی جاتی ہے۔ اور اگر لٹریچر دینا ہو۔ تو وہ دے دیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی ایک لائبریری بھی ہے۔ اور

نومسلمین کی تعلیم

کا بھی انتظام ہے۔ چونکہ مسجد ہے۔ اس لئے باجماعت نمازوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ غرض تبلیغ کے لئے جسقدر ظاہری سہولتیں درکار ہوتی ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمیں میسر ہیں۔ اور لنڈن میں ایک مرکز کی صورت میں ہمیں جگہ حاصل ہے۔ وہاں عموماً

دو مبلغ

کام کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت مولوی عبدالرحیم صاحب درد اور مولوی محمد یار صاحب عارف وہاں بطور امام اور نائب امام کام کر رہے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز جب ۱۹۲۴ء میں انگلستان تشریف لے گئے۔ تو اس وقت آپ نے مشن کا کام ملاحظہ فرما کر یہ ہدایت بھی دی تھی۔ کہ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہیئے۔ کہ جو بھی مسلمان ہو۔ وہ محض

رسمی طور پر مسلمان

نہ ہو۔ بلکہ اس کی حالت دیکھ لی جائے۔ اور معلوم کر لیا جائے۔ کہ آیا وہ اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہو۔ تو اسے اسلامی تعلیم دی جائے۔ اور پھر اسکی نگہداشت کی جائے۔ تاکہ اسلامی رنگ اس میں پورے طور پر قائم ہو جائے۔ اس وقت سے

کام کی نوعیت

بدل چکی ہے۔ اور اب لنڈن میں خدا تعالےٰ کے فضل سے ایک ایسی جماعت قائم ہے۔ جو گو تعداد میں تو بڑی نہیں لیکن

عملی لحاظ سے مسلم جماعت

یا احمدی جماعت کہلانے کی مستحق ہے۔ اس جماعت میں مختلف درج کے لوگ ہیں۔ بعض نے تو تھوڑے ہی عرصہ میں بہت ترقی کر لی ہے اور بعض آہستہ آہستہ ترقی کر رہے ہیں۔ لیکن بہر صورت وہاں ایک

اسلامی رنگ

ضرور نظر آجاتا ہے۔ پچھلے سالوں میں گول میز کانفرنس اور جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے کام کیلئے جانے والے جب کئی مسلمان لیڈر ہماری مسجد میں گئے۔ تو انہیں انگریز نومسلمین کو دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ یہ تو ایک معجزہ رونما ہو گیا۔ کہ یہاں مسلمانوں کی ایک جماعت قائم ہو گئی ہے۔ جن لوگوں کے لئے سجدہ میں جانا مذہباً یا عادتاً ہی نہیں۔ بلکہ جسماً بھی ناممکن نظر آتا تھا۔ وہ اب

اللہ تعالےٰ کے حضور سربسجود

ہوتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ اور جبکہ مشرقی زبانوں کا سیکھنا ان کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ انگلستان کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ وہ غیر زبانیں بہت کم سیکھتا ہے۔ وجہ یہ کہ اس کا اقتدار ہر جگہ بڑھتا جاتا ہے۔ اس وجہ سے انگلستان والے دوسرے ممالک کی زبانیں سیکھنے کی طرف توجہ نہیں کرتے ایسے حالات میں ان کے درمیان ایسے لوگ ہیں۔ جو عربی پڑھتے۔ اور اردو سیکھتے ہیں۔ یہ نظارہ یہاں کے بعض

مسلمان لیڈروں کیلئے عجوبہ

تھا۔ کیونکہ بعض جوان میں سے وہاں گئے۔ باوجود پیدائشی مسلمان ہونے کے قرآن شریف نہیں پڑھ سکتے تھے۔ پس ان کے لئے یہ ایک

حیرت کا مقام

تھا۔ کہ بعض نومسلم جو پیدائشی انگریز تھے۔ اور حال ہی میں مسلمان ہوئے۔ وہ نہایت صحیح قرآن شریف پڑھتے۔ اور قرآن مجید کے احکام کا تفصیلی علم رکھتے ہیں۔ ان نومسلمین میں مختلف قسم کے لوگ ہیں۔ بعض تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے بہت ترقی کر رہے ہیں۔ اور بعض گو ظاہری علوم کے لحاظ سے پیچھے ہیں۔ لیکن ان کو دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے کس طرح اپنے فضل سے اُن کے دل میں اپنی اور

اسلام کی محبت

ڈال دی ہے۔ میں اُن میں سے بعض کا اسوقت ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ تا جماعت اُن کے اخلاص اور محبت کا اندازہ لگا سکے۔ ان میں سے ایک تو وہ ہیں۔ جن سے بہت سے لوگ غالباً واقفیت حاصل کر چکے ہونگے۔ کیونکہ الفضل کے حالیہ خاتم النبیینؐ نمبر میں اُن کا ایک مضمون چھپا ہے۔ ان کا نام

مبارک احمد فیو لنگ

ہے۔ یہ معمولی کاروبار یا ملازمت کرتے ہیں۔ مجھے صحیح معلوم نہیں۔ مگر مالی حالت ان کی اچھی نہیں۔ یہ دین کے ساتھ عشق اور حد درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں۔ اور اپنا بہت سا فارغ وقت مسجد میں صرف کرتے خود تعلیم حاصل کرتے۔ اور دیگر نومسلمین کو تعلیم دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے عربی سیکھ لی ہے۔ قرآن مجید صحت سے عربی میں پڑھتے ہیں۔ اور لوگوں کو سناتے ہیں اب انہوں نے اردو لکھنا بھی شروع کر دیا ہے جس کا ثبوت آپ لوگوں نے الفضل میں دیکھ لیا ہوگا۔ اور گو وہ مضمون مختصر ہے۔ مگر اس لئے کہ انہیں ایک غیر زبان میں لکھنا پڑا۔ اگر وہ انگریزی میں لکھتے۔ تو مفصل ہوتا۔ یہ ان کی ابتدا ہے جس سے امید کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ انشاء اللہ بہت جلد ترقی کر جائیں گے۔ جن لوگوں نے

غیر زبانیں

نہیں سکیں۔ وہ ان مشکلات کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ جن سے وہ گزر رہے ہیں۔ مگر میرے دل پر ان کے

اخلاص کا نہایت گہرا اثر

ہے۔ اور میں نے اسی اخلاص سے متاثر ہو کر امام صاحب سے عرض کیا ہے۔ کہ ان کی اردو تعلیم کو ترقی دینے کے لئے میری طرف سے ایک سال کے لئے الفضل ان کے نام جاری کر دیا جائے۔ پھر میں نے اس اثر کے ماتحت کہ اگر نومسلمین صرف مبلغین سے ہی تعلیم حاصل کریں گے تو معدودے چند افراد تیار ہو سکیں گے۔ اس

تحریک کو وسعت

دے دی۔ اور امام صاحب کے پاس کچھ روپیہ رکھ دیا ہے۔ اور میں نے انہیں کہا ہے۔ کہ انگریز نومسلمین میں سے جو بھی اتنا اردو سیکھ لے کہ وہ الفضل کے کسی حصہ کو پڑھ سکے۔ اس کے نام میری طرف سے ایک سال کے لئے الفضل جاری کر دیا جائے۔ ابھی تک تین ایسے دوست ہیں۔ جو اگر توجہ کریں۔ تو اردو جلد سیکھ سکتے ہیں۔ وہ تو بھائی بہن ہیں۔ اور ایک جوان عمر کے آدمی ہیں۔ عام طور پر وہ

جمعہ کے دن اذان

دیا کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں بلال کہا جاتا ہے۔ ان کا انگریزی نام نٹل ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ آہستہ آہستہ

تبلیغ کا کام سنبھالنے کے قابل

ہو جائیں گے۔ اور نومسلمین کی تعلیم بھی اپنے ہاتھ میں لے لیں گے۔ اور اس طرح امام صاحب اور نائب امام صاحب کا کام کچھ بٹ جائے گا۔ اگرچہ وہاں کام کی اس قدر وسعت ہے۔ کہ وہ فارغ نہیں ہو سکتے۔

ایک اور صاحب ممکن ہے۔ آپ لوگوں میں سے بعض ان سے واقف ہوں۔ مگر وہ لوگ تو بہر حال واقف ہیں۔ جو انگلستان سے ہو آئے ہیں۔ وہ عمر رسیدہ اور بوڑھے آدمی ہیں۔ ان کا نام

شیلے

ہے۔ وہ اگرچہ اب ارذل العمر تک پہنچ چکے ہیں۔ مگر ان کے ہوش و حواس پوری طرح قائم ہیں۔ وہ اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے

حیرت انگیز عشق

رکھتے ہیں۔ وہ نہایت ہی غریب آدمی ہیں۔ اور اس ملک کے لحاظ سے دس شلنگ ہفتہ وار جو انہیں پنشن ملتی ہے۔ وہ اتنی قلیل ہے کہ انگریزی زبان کا ایک محاورہ ہے۔ زندہ رہنا تو الگ رہا۔ مرنے کے لئے بھی وہ کافی نہیں۔ مگر وہ ہر جمعہ اور اتوار کو نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے ہیں۔ چودھری فتح محمد صاحب نے مشن کے لئے جو مقام تجویز کیا تھا۔ وہ ایسی جگہ واقع ہے۔ کہ وہاں سواریاں نہیں پہنچ سکتیں۔ اور میل ڈیڑھ میل آدمی کو پیدل چلکر آنا پڑتا ہے۔ اس وقت کے باوجود یہ بوڑھا آدمی باقاعدہ مسجد میں آتا۔ اور بعض دفعہ غربت کی وجہ سے ایسے حال میں آرہا ہوتا ہے۔ کہ جوتے کا تلوا اڑ گیا ہوتا ہے۔ پھر دس شلنگ میں سے وہ اپنے اخلاص کی وجہ سے چندہ بھی دیتا ہے۔ اگرچہ چند پنس ہی دے

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ

ہمیشہ اس کی جیب میں رہتا ہے۔ اور جہاں بیٹھے اسے نکال کر پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا نام اس قدر محبت سے لیتا ہے۔ کہ بعض دفعہ سننے کے ساتھ ہی انسان پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے اندر یہ ایک وصف ہے۔ کہ جو بھی اس سے ملے۔ خواہ وہ دینی معلومات اس سے زیادہ ہی رکھتا ہو۔ اپنے رنگ میں اسے

اسلام کی باتیں

سنانی شروع کر دے گا۔ میں بھی اس کے پاس بیٹھ جاؤں۔ تو مجھے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی باتیں سنانے لگ جائے گا۔ اور کہیگا دیکھو اللہ تعالےٰ کی یہ یہ قدرتیں ہیں۔ غرض اس قسم کے لوگ بھی خدا تعالےٰ نے وہاں پیدا کر دیئے ہیں ؎

مجھے تفصیلی طور پر معلوم نہیں۔ کہ اسے کس نے تبلیغ کی۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ وہ ظاہری تبلیغ سے مسلمان نہیں ہؤا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے اسے اپنے

الہام کے ذریعہ مسلمان

کیا۔ اس کے متعلق خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب کی ایک بات مجھے یاد آگئی۔ مولوی محمد یار صاحب عارف ایک دفعہ خان صاحب سے ذکر کر رہے تھے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت میں سے ستر ہزار اشخاص بلاحساب جنت میں داخل کئے جائینگے کاش ہمیں بھی ان میں جگہ مل جائے۔ خانصاحب نے فرمایا۔ یہ ستر ہزار میرے تمہارے جیسے لوگ نہیں۔ بلکہ

شیلے جیسے لوگ

ہوں گے ؎

غرض خدا تعالےٰ کے فضل سے جن طریقوں پر کام شروع کیا گیا تھا۔ ان پر کام کرنے سے

بہترین نفوس

اسلام میں شامل ہو رہے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمارے کام کو وسعت بھی حاصل ہو رہی ہے۔ لیکن ایک دو طریق میں بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ اگر مناسب سمجھا جائے۔ تو انہیں جاری کر لیا جائے۔ اور تبلیغ کے متعلق کسی اچھے پہلو کو بیان کر دینا سوء ادبی نہیں کہلا سکتا۔

ایک پہلو تو یہ ہے۔ کہ اس وقت ہماری تبلیغ لنڈن کے مرکز سے ہی ہو تی ہے۔ اور کوشش یہ ہوئی ہے۔ کہ لوگ مسجد میں آئیں مختلف طریق سے لوگوں کو بلانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ لوگ آتے ہیں بعض

اسلامی مسائل پر غور کرنے کا وعدہ

کرتے ہیں۔ اور اگر بار بار آتے رہیں۔ تو بالآخر اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں مسٹر اور مسز کون نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ اچھے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ یہ اسلام کی اچھی خدمت کر سکیں گے۔ بہر حال عام طور پر وہاں جو کام کیا جا رہا ہے۔ سوائے اس کے کہ

ہائیڈ پارک میں لیکچر

دیدیئے جائیں۔ عموماً ایسا ہے۔ کہ کوشش کی جاتی ہے۔ کہ لوگ خود ہمارے مرکز میں آئیں۔ اسلام کو لوگوں کے پاس کم لے جایا جاتا ہے۔ میرے نزدیک اس معاملہ پر غور ہونا چاہیئے۔ میں نہیں جانتا۔ کیونکہ تفصیلات مجھے معلوم نہیں۔ کہ امام صاحب اور نائب امام صاحب کو اس بارے میں کیا مشکلات درپیش ہیں۔ لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر ایسا انتظام ہو جائے۔ تو کام میں بہت کچھ وسعت ہو سکتی ہے۔ میری مراد اس سے یہ ہے۔ کہ امام صاحب اور نائب امام صاحب

مسجد میں مقیم

رہتے ہیں۔ اور تبلیغ کا سلسلہ وہیں سے جاری رکھتے ہیں۔ جو شخص تکلیف کر کے وہاں پہنچ جائے۔ اسے تبلیغ کر دیتے ہیں خود لوگوں کے پاس جا جا کر تبلیغ نہیں کی جاتی۔ اس میں استثناء بھی ہے۔ مثلاً

خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب

جب وہاں تھے۔ تو روٹری کلب کے ممبر تھے۔ جب کلب کی طرف سے دعوت نامہ آتا۔ تو آپ وہاں جا کر تقریر کر دیتے۔ جس میں اسلام کا بھی تذکرہ آجاتا۔ اس طرح تعلقات بھی بڑھتے ہیں۔ اور تبلیغ بھی وسیع پیمانہ پر ہوتی ہے۔ لیکن یہ ایک انفرادی امر تھا۔ نظام کے ماتحت اب تک اس رنگ میں کام نہیں ہؤا۔ اب بھی اگر لیکچروں کے لئے کوئی سوسائٹی بلائے۔ تو ہمارے مبلغ چلے جاتے ہیں۔ لیکن لنڈن کو ہی مرکز بنائے رکھنا تبلیغ کے لئے کافی نہیں۔

لنڈن میں مرکز

دینی مذہبی اور سیاسی لحاظ سے نہایت ہی ضروری ہے۔ لیکن دینی لحاظ سے مشن کی وسعت بھی نہایت ضروری ہے۔ مثلاً سوتھ سی ایک مقام ہے۔ چودھری فتح محمد صاحب کے وقت وہاں جماعت بھی قائم ہوئی تھی۔ اب وہاں مسٹر لوپلن اور ایک دو اور متمول مسلمان موجود ہیں لیکن مشن سے ان کا تعلق نہیں۔ ایسے مقام اگر چن لئے جائیں۔ اور وہاں تبلیغ کے

چھوٹے چھوٹے مرکز

قائم کر دیئے جائیں۔ تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا وقت بھی آجاتا ہے۔ جب امام صاحب یا نائب امام صاحب میں سے کوئی کچھ وقت کے لئے فارغ ہو سکے۔ ایسے فارغ وقت میں ان مقامات کا دورہ کیا جا سکتا ہے ؎

میں سمجھتا ہوں اس کی تفصیل ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے مشورہ سے طے کر سکتے ہیں۔ پھر

تبلیغ کو وسعت دینے کا دوسرا پہلو

یہ ہے۔ کہ نائب امام صاحب لنڈن سے باہر مہینہ بھر کے لئے چلے جایا کریں۔ یہ نہیں۔ کہ لیکچر دیتے پھریں۔ یہ بھی ایک مفید چیز ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہو۔ کہ بعض مقامات کا انتخاب کر کے وہ ایک مقام پر ٹھہریں۔ اور

وہاں جماعت قائم کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ جب تک سلسلہ تبلیغ کو وسیع نہ کیا جائے گا۔ زیادہ کامیابی نہیں ہوگی ؛

اس میں شک نہیں۔ کہ انگریزوں کی طبیعت میں بہت حد تک رواداری پائی جاتی ہے۔ جب ان سے مذہب کے متعلق بات کی جائے۔ تو وہ فوراً کہدیں گے۔ ہاں بڑی اچھی بات ہے۔ مگر ان کا ہاں کہنا ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے بطخ کی پیٹھ پر پانی گرے۔ اور وہ فوراً بہہ جائے۔ اس لئے جب تک

انگلستان پر مختلف راہوں سے حملہ

نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک وہ ملک چونک نہیں سکتا۔ بلکہ انگلستان کیا لنڈن شہر کا وہ حصہ بھی جہاں مسجد ہے۔ بیدار نہیں ہو سکتا۔ پس جس لحاظ سے انگلستان کے مشن کو ترقی حاصل ہے۔ وہ بھی میں نے بیان کر دیا۔ اور جو قابل اصلاح امر تھا۔ اس کی طرف بھی توجہ دلادی ہے

دوسرا امر

جو نہایت ہی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہمارے مبلغین کا ان علماء پر جو یورپ میں اسلام کے متعلق معلومات رکھنے کا دعوےٰ کرتے یا مشرقی علوم کے ماہر کہلاتے ہیں۔ ایسا رعب ہونا چاہیئے کہ وہ تسلیم کریں۔ کہ یہ اپنے پاس ایسا خزانہ رکھتے ہیں جسکا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک ہمارا

علمی رنگ میں رعب

ان پر نہیں ہوگا۔ اس وقت تک زیادہ کامیابی نہیں ہو سکتی۔ رعب کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہمارے مبلغین کا تبحر علمی اس قدر واضح ہو۔ کہ وہاں کے لوگ یہ تسلیم کریں۔ کہ مشرقی علوم دینی معلومات اور بالخصوص اسلام کے متعلق ان کی ریسرچ ایسی وسیع اور پائدار ہے۔ کہ ہمارے علوم اور ریسرچ سے وہ ہر صورت میں بڑھی ہوئی ہے۔ ممکن ہے۔ اس کی طرف نظارت دعوۃ و تبلیغ متوجہ ہو لیکن پھر بھی میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ مبلغین کو یورپ و امریکہ میں بھیجنے سے پہلے اس رنگ میں ان سے تیاری کرانی چاہیئے۔ تاکہ وہ کسی ایک پہلو کے متعلق ایسی عظیم الشان تحقیق کریں۔ کہ اگر

یورپین علماء کی تحقیق

اس کے مخالف ہو۔ تو وہ تحدی کے ساتھ انہیں چیلنج کر سکیں۔ اور ان سے یہ اقرار کرا سکیں۔ کہ ان کا علم ہمارے مبلغین کے علم کے مقابل میں ادھورا ہے۔ اس وقت تک میرے علم میں نہیں۔ کہ ایسا کوئی کام کیا گیا ہو۔ کسی حد تک مکرم

ملک غلام فرید صاحب

یہ کام کرتے تھے۔ یا ایسے کاموں کی طرف توجہ رکھتے تھے۔ اور ایسے رسالوں میں جو مشرقی یا اسلامی علوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ مضامین بھیج دیا کرتے تھے۔ یا جب دیکھتے۔ کہ کسی خاص مسئلہ پر رسائل میں چرچا ہو رہا ہے۔ تو اس کے متعلق اسلامی تعلیم لوگوں کے سامنے پیش کر دیتے۔ غرض اب وقت آگیا ہے۔ کہ لوگوں کو

اسلام کی صحیح تعلیم

کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اور انہیں بتایا جائے۔ کہ احمدیت ہی ہے جو ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر سکتی ہے۔ اور

ہر میدان میں لوگوں کی صحیح راہ نمائی

کر سکتی ہے۔ جب تک ہماری طرف سے ریسرچ اور تحقیق کی بناء پر لوگوں سے یہ تسلیم نہیں کرایا جائے گا۔ اس وقت تک وہ ہمیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے۔ اگر ہمارے مبلغین اس طرف توجہ کریں۔ تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے مشن بہت جلد ترقی کر سکتا ہے۔ یہ کام لیکچروں سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور رسالوں سے بھی۔ یعنی رسالوں میں مضامین بھیج دیئے جائیں۔ فوراً لوگوں کو توجہ ہو جاتی ہے۔ مستقل تصانیف کے رنگ میں بھی وہاں

تحقیقی مضامین شائع کرنیکی ضرورت

ہے۔ میں نے

مولوی محمد یار صاحب

سے کہا تھا۔ کہ وہ اس طرف توجہ کریں۔ تقریر تو اب وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی کر سکتے ہیں۔ لیکن تحریر میں مشق کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں نے انہیں کہا۔ کہ وہ پہلے اردو میں کمل تحقیق کے بعد کوئی مضمون لکھا کریں۔ پھر اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کیا جا سکتا ہے۔ میں نے انہیں توجہ دلائی تھی۔ معلوم نہیں۔ اس کے مطابق انہوں نے کام شروع کیا ہے۔ یا نہیں۔ اگر میں زیادہ تفصیل میں چلا جاؤں۔ تو بہت سی باتیں رہ جائیں گی۔ اس لئے میں

لنڈن مشن کے متعلق

اسی قدر بیان کرتا ہوں۔ احباب اس سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ گویا ایک ایسے ملک میں جہاں اسلام کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور پھر ہندوستان پر حکومت کرنے کی وجہ سے وہاں کے لوگوں میں مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑائی کا خیال پایا جاتا۔ اور ان کا تمدن ہمارے تمدن سے جداگانہ ہے۔

اسلام کا جھنڈا گاڑا جانا

ایک بہت بڑی کامیابی ہے لیکن یہ کافی نہیں۔ وہاں ہم ایک فاتح کی حیثیت میں گئے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ

تبلیغ میں توسیع

کی جائے۔ اس کے لئے مالی ضروریات کا سوال بھی ہے لیکن میں سب کی تفصیل نہیں کر سکتا۔ یہ دو باتیں زور سے میرے ذہن میں آئی تھیں۔ جنہیں میں نے بیان کر دیا۔ مضمون کا دوسرا حصہ

امریکہ میں تبلیغ اسلام

کے متعلق ہے۔ اور میں نے نصف سے زیادہ وقت اس کے لئے اسی لئے نہیں رکھا۔ کہ لنڈن مشن کے حالات مجھے معلوم نہیں۔ بلکہ اس لئے رکھا ہے۔ کہ انگلستان کے مشن کے حالات کی نسبت

امریکہ کے حالات

دوستوں کو کم معلوم ہیں۔ اس لئے میں اسے زیادہ تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہاں کام بعض نوع سے زیادہ ہو رہا ہے۔ اور بعض سے کم۔ اس لحاظ سے اس کی اہمیت لنڈن مشن کی نسبت بعض وجوہ سے زیادہ ہے۔ اور بعض وجوہ سے کم۔ پھر انگلستان چونکہ ہم میں سے کئی لوگ جاتے رہتے ہیں۔ اس لئے فرداً فرداً بھی وہاں کے حالات سے اکثر احباب کو واقفیت ہوگی۔ لیکن امریکہ جانے کا اول تو اتفاق بہت کم ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے جو رپورٹیں آتی ہیں۔ وہ مفصل نہیں ہوتیں۔ گو مجھے معلوم نہیں۔ اس کا کون ذمہ وار ہے۔ اس لئے مجھے امریکہ کے حالات تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

امریکہ میں

شکاگو میں ہمارا مشن

ہے۔ ذاتی طور پر میرا علم اس کے متعلق محدود ہے۔ کیونکہ میں شکاگو میں صرف آٹھ دن رہا۔ لیکن باوجود اس قلیل قیام کے سب سے پہلے مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ کہ میں اپنے علم کے لحاظ سے سمجھتا تھا۔ کہ

صوفی مطیع الرحمٰن صاحب

مختلف شہروں میں لیکچر دیتے ہوں گے۔ اور اس طرح بعض لوگ ہمارے سلسلہ میں شامل ہو گئے ہوں گے۔ لیکن اس کا قیاس بھی اسی رنگ میں تھا۔ جس طرح میں انگلستان کے مشن کو دیکھ چکا تھا۔ بلکہ اس سے بھی کمزور۔ اور میں خیال کرتا تھا۔ کہ انگلستان میں چونکہ دیر سے کام شروع ہے۔ اس لئے

امریکہ میں تبلیغی سرگرمیاں

انگلستان کی نسبت بہر حال کمزور ہوں گی۔ لیکن سب سے زیادہ مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ کہ جب میں وہاں پہنچا۔ تو سٹیشن پر ہی مجھے صوفی صاحب نے بہت سے

مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے ملاقات

کرائی۔ جو میرے استقبال کے لئے سٹیشن پر موجود تھے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی تھے۔ جو گو مسلمان نہیں تھے۔ مگر صوفی صاحب کے

ذاتی اثر کی وجہ سے

وہ استقبال میں شریک ہوئے۔ میرا اس کہنے سے یہ مطلب نہیں۔ کہ انگلستان میں میرا استقبال نہیں ہوا۔ اور امریکہ میں ہوا۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ کہ میں نے اس کثرت سے

امریکہ میں مسلمان

دیکھے۔ کہ میرا اندازہ تھا۔ اس قدر کام نہیں ہوا ہوگا۔ گویا انگلستان کی نسبت امریکہ کا کام بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور بعد میں تفصیلات سے بھی معلوم ہوا۔ کہ کام خوب ہوا ہے۔ صوفی صاحب نے مجھ سے ٹرنٹو میں ہی جو کینیڈا میں ہے۔ شکاگو سے بذریعہ تار

دو تقریروں کی اجازت

لے لی تھی - ایک - مذاہبِ عالم کی کانفرنس میں جو وہاں ہو رہی تھی اور دوسری تقریر کے متعلق چاہتے تھے - کہ وُہ جماعت کے احباب میں ہو - خاص کر کالوں کی جماعت میں - میں نے انہیں تار دے دیا تھا - کہ بے شک میری تقریروں کے لئے آپ پروگرام مرتب کرلیں - صوفی صاحب کے تار کے الفاظ سے معلوم ہوتا تھا - کہ انہوں نے ڈرتے ڈرتے وُہ بھیجا تھا - اس خیال سے کہ شاید میں منظور کروں - یا نہ کروں - مگر

جب میں شکاگو پہونچ گیا -

تو آہستہ آہستہ انہوں نے مجھ پر کام کا زیادہ بوجھ ڈالنا شروع کر دیا ٹرنٹو سے جس شخص نے میری روانگی کا تار دیا - ایک غلطی کے ماتحت اس نے ایک اور سٹیشن کا نام لکھ دیا - اور میں دُوسرے سٹیشن پر اُترا - پھر میں موٹر کے ذریعہ دوسری جگہ جہاں احباب جمع تھے پہنچا صوفی صاحب نے مجھ سے پہلے تو اس طرح کام لینا شروع کیا - کہ مجھے کہتے - فلاں دوست بڑے مخلص ہیں - اُن سے ذرا مل آئیں - اور وہاں جا کر

تبلیغ کا سلسلہ

شروع ہو جاتا - اس طرح جب انہوں نے دیکھا - کہ میں ان کی باتیں مانتا جاتا ہوں - تو انہوں نے مجھ سے خوب کام لیا:-

شکاگو جانے کے لئے اس سال بظاہر زیادہ وجہ تو یہ تھی کہ وہاں

بہت بڑی نمائش

ہو رہی تھی - اتنی بڑی کہ آج تک دُنیا میں اتنی بڑی نمائش نہیں ہوئی صوفی صاحب نے سمجھا ہوگا - کہ مَیں بھی نمائش دیکھنے کے لئے یہاں آیا ہوں - اور شائد کسی اور کام کے لئے وقت نہ دے سکوں - اس لئے وُہ مجھے یوں کہتے - کہ فلاں جگہ چلیں - پھر کہتے - اگر تقریر ہو جائے تو اچھا ہے - کبھی کہتے - فلاں جگہ ناشتہ ہے - وہاں چلیں - اور اس طرح وہاں تبلیغ کا سامان مہیا کر دیتے - اور آٹھ دن میں سوائے دو دفعہ کے میں نمائش میں نہیں گیا - ایک دفعہ تو وُہ بھی ساتھ گئے - اور دوسری دفعہ انہوں نے میرے ساتھ کوئی دوست کر دیئے - نمائش گاہ ۳ ۱/۲ میل لمبی تھی - اور اس میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھر نا تھا بھی میں نہیں جا سکا - میں نے صوفی صاحب کو بتایا نہیں - کہ

میری نیت ہی تبلیغ کرنا ہے

ورنہ اگر میں کہہ دیتا - تو وُہ میرے چوبیں گھنٹے کے رات دن کو شاید ۴۸ گھنٹے بنانے کی کوشش کرتے - تاہم میرا کام ان دنوں یہی رہا - کہ تبلیغ اسلام میں حصہ لیا جائے - جس کا نتیجہ یہ ہوُا - کہ علاوہ خدمتِ دین کرنے کے مجھے تفصیلی طور پر شکاگو میں ان کا کام دیکھنے کا موقعہ مل گیا - اور میں صوفی صاحب کے کام سے

نہایت ہی متاثر

ہو کر واپس آیا - میں نے ان کے لئے بہت دُعائیں کی ہیں - اور میں چاہتا ہوں - کہ احباب جہاں سب مبلغین کے لئے دعائیں کریں - وہاں خصوصیت سے صوفی مطیع الرحمٰن کے لئے بھی دُعائیں کریں ؛

پہلی بات جو میں نے وہاں دیکھی - اور جو

ایک مشکل

ہے جس کا صوفی صاحب کو سامنا کرنا پڑا - اور جس کی وجہ سے لنڈن مشن کے کام سے ان کا کام ممتاز نظر آتا ہے - وُہ یہ ہے - کہ لنڈن میں ایک مرکز ہے جس کے باعث مبلغین کو بہت کچھ سہولت رہتی ہے اگر مہمان آئیں - تو اُن کیلئے جگہ ہے لیکچر نے کیلئے جگہ ہے لائبریری ہے مسجد ہے - غرض لنڈن میں ہمیں ایک مرکز حاصل ہے - اور اس وجہ سے کام کرنے میں بھی سہولت رہتی ہے - مگر امریکہ میں یہ صورت نہیں -

مفتی محمدؐ صادق صاحب

جب وہاں تھے - تو انہوں نے کوشش کرکے شکاگو کے ایک حصہ میں ایک مکان کا کچھ حصہ حاصل کر لیا تھا - اور اسے ہی بطور مسجد استعمال کر لیا کرتے تھے - لیکن جب وہاں دفتر منتقل کرنا پڑا - تو وُہ جگہ کافی نہ رہی - اور اسے مرکز نہ بنایا جا سکا -

دوسری مشکل

یہ ہے - کہ وہاں کی آبادی دو قسم کی ہے - ایک امریکن یوروپین لوگ جو وہاں کے اصل باشندے سمجھے جاتے ہیں - اور دوسرے حبشی لوگ جن کے آبا و اجداد کو غلام بنا کر وہاں لے جایا گیا تھا باوجود اس کے کہ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا دعوٰے

ہے - کہ باہمی اخوت کے متعلق اس کا طریق عمل بے نظیر ہے - بعض ریاستوں میں حبشیوں سے

غلاموں سے بدتر سلوک

کیا جاتا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہوُا ہے - کہ وُہ لوگ بھی گوروں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - ان ریاستوں میں تو یہ حالت ہے - کہ اگر ایک کالا سفید رنگ کی عورت کے ساتھ چلتا ہوُا بھی نظر آ جائے - تو یہ خیال کرتے ہُوئے کہ شائد یہ اس عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے لوگ اسے وہیں قتل کر دیتے ہیں - یا اگر کسی سفید آدمی کے بچہ نے کسی کالے پر تھوک دیا - اور اس نے اسے طمانچہ مارا - تو بھی وُہ قتل کر دیا جاتا ہے - اور اسے کوئی گورا بُرا نہیں سمجھتا - اور نہ کوئی گرفت کی جاتی ہے - جنوبی ریاستوں میں کوئی حبشی مکان کے اصل دروازہ سے اندر داخل نہیں ہو سکتا - بلکہ اُن کے لئے علیٰحدہ دروازے مقرر ہوتے ہیں - پھر تمدنی طور پر بھی امریکہ میں

گوروں اور کالوں میں تفریق

قائم ہے - چنانچہ شمالی حصہ میں یہی کیفیت ہے - یہاں تک کہ گرجے بھی علیٰحدہ علیٰحدہ ہوتے ہیں - اور باوجود انسانی اخوت کے دعوے کرنے کے کوئی کالا عیسائی گورے عیسائیوں کے گرجا میں داخل نہیں ہو سکتا - اور نہ ان کے ہوٹلوں میں جا سکتا ہے - پس وہاں تبلیغ کے راستہ میں ایک

بہت بڑی مشکل

یہ ہے - کہ گوروں اور کالوں دونوں میں اس قدر تباغض اور تنافر ہے کہ وُہ کہتے ہیں - یا گوروں کو تبلیغ کرو - یا کالوں کو - دونوں کو کیوں تبلیغ کرتے ہو - یہاں تک کہ کالوں نے وہاں یہ سوال پیدا کر دیا تھا - کہ اگر گورے بھی مسلمان ہو سکتے ہیں - تو ہم مسلمان نہیں ہوتے - صوفی مطیع الرحمٰن صاحب نے مجھے بتایا - کہ ان کے دو سال اسی سوال کے حل کرنے اور ان لوگوں کو یہ سمجھانے میں لگ گئے - کہ

اسلام کالوں اور گوروں میں تمیز نہیں کرتا

اس کا پیغام تمام جہان کے لئے ہے - غرض جب آہستہ آہستہ کالوں کو سمجھانا شروع کیا - تو ایک لمبے عرصہ کے بعد وُہ راضی ہُوئے - اور کہنے لگے - اچھا اگر گورے بھی مسلمان ہو جائیں - تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہمارا دفتر جو ہے - وُہ تو گوروں کی آبادی میں ہے - لیکن ہمارا ایک دفتر کالوں کے حصہ میں بھی ہے - اور میں زیادہ تر حالات کالوں کے متعلق ہی بیان کرنا چاہتا ہوں - اس لئے کہ زیادہ

قبولیتِ اسلام کے آثار

کالوں میں ہی پائے جاتے ہیں - گوروں میں بھی بعض نہایت مخلص وجود ہیں - اور میں ان کا بھی ذکر کروں گا - لیکن زیادہ تعداد کالوں میں ہی ہے اور جب ان کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا جاتا تو میں دیکھتا - کہ کالے بہت متاثر ہوتے - اور ان کی

آنکھوں سے آنسو

بہہ پڑتے - ان حالات میں ہمارا کیا حق ہے - کہ ہم گوروں کو فوقیت دیں - پس چونکہ کالوں نے زیادہ تر دینِ اسلام کو قبول کیا ہے - اس لئے میں زیادہ ذکر بھی انہی کا کروں گا - لیکن اس لئے کہ گوروں کا ذکر پیچھے نہ رہ جائے - میں پہلے انہی کا ذکر کر دیتا ہوں :-

اگر امریکہ میں جس قدر گورے داخلِ اسلام ہوئے ہیں انہی کو لیا جائے - اور کالوں کو نظر انداز کر دیا جائے - تب بھی امریکہ میں نہایت

شاندار کام

ہوُا ہے - اور کالوں کو ملا کر تو اس کی شان میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے -

امریکہ میں ایک سہولت

بھی ہے - اور وُہ یہ ہے - کہ وہ لوگ آزاد خیال واقعہ ہوئے ہیں خصوصیت سے شمالی ریاستوں کے باشندے - وُہ مخالفت بھی کریں گے - لیکن اگر انہیں بات پسند آ جائے - تو آزادی سے اسے قبول کر لیتے ہیں - اس لحاظ سے وہاں تبلیغ کرنا آسان بھی ہے -

انگلستان کے لوگ

پرانی روایات کے قائل ہیں - اور اس وجہ سے

سوسائٹی سے الگ ہونا

ان کے لئے مشکل امر ہے۔ مگر امریکہ میں زیادہ پابندیاں نہیں۔ مثلاً وہاں عام طبقہ میں لڑکا جب جوان ہو اور انٹرنس پاس کرلے یا انٹرنس تک تعلیم حاصل کرلے تو والدین اسے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اب خود کماؤ اور کھاؤ۔ اور اگر چاہو تو خود ہی کما کر تعلیم جاری رکھو۔ اس وجہ سے وہ شروع سے ہی آزاد ہوتے ہیں اور والدین کا اثر ان پر رہتا ہی نہیں۔ ان لوگوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے بڑے مخلص ہیں۔ سب سے پہلے میں جس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ

ارل پی بارکلے

نامی ایک شخص ہیں۔ یہ شکاگو میں وکیل ہیں۔ میں نے مسلم سن رائز میں ان کے بعض مضامین بھی پڑھے ہیں۔ یہ اسلام کے مغز کو خوب سمجھتے ہیں۔ سٹیشن پر میرے استقبال کے لئے بھی آئے تھے۔ میں صوفی صاحب کی رفاقت میں ان کے مکان پر بھی گیا۔ آدھ گھنٹہ کے بعد نماز کا وقت ہو گیا۔ تو صوفی صاحب نے کہا۔ آیئے نماز پڑھ لیں۔ یہ سنتے ہی بارکلے صاحب اٹھے وضو کیا۔ جائے نماز بچھائی۔ تکبیر کہی اور نماز پڑھی گئی۔ ان کا نماز پڑھنا میرے لئے اچنبھا نہیں تھا۔ بلکہ نماز کا نام سنتے ہی ان کا وہ رویہ جو ایک مسلمان کا ہوتا ہے وضو کرنا جائے نماز بچھانا اور تکبیر کہہ کر نماز ادا کرنا یہ نہایت ہی

دل خوش کن امر

تھا۔ اور اس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ گھر میں بھی نمازیں پڑھتے ہیں انہوں نے مجھے کہا کہ میرے

دل کی دو خواہشات

ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں حج کر سکوں۔ اور دوسری یہ کہ قادیان جا سکوں وہ رسالوں میں مضامین بھی لکھتے رہتے ہیں۔ بلکہ گذشتہ دنوں انہوں نے ایک ایسی صورت اختیار کی۔ جو مجھے بہت ہی پسند آئی یہ واقعہ غالباً شائع بھی ہو چکا ہے۔ وہاں ایک کتب فروشوں کی فرم نے ایک کتاب کئی جلدوں میں شائع کی۔ جس میں دنیا کی

مختلف اقوام کی تاریخ

بیان کی گئی تھی۔ بارکلے صاحب نے بھی وہ کتاب منگوائی۔ لیکن جب ان سے قیمت کا مطالبہ کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا میں قیمت نہیں دیتا۔ اپنی کتاب واپس منگوا لو۔ یا مجھ پر مقدمہ دائر کر دو۔ قیمت نہ دینے کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی۔ کہ اس کا نام تو تاریخ اقوام رکھا گیا ہے مگر اس میں ایسی باتیں درج کی گئی ہیں۔ جو یا تو فرضی ہیں یا بالکل خلاف واقعہ اور جھوٹ ہیں۔ فرم والوں نے

عدالت میں دعویٰ

دائر کر دیا۔ انہوں نے جواب دعویٰ میں لکھایا کہ اس کتاب کو تاریخ کا نام دیا گیا ہے۔ مگر اس میں فرضی قصے اور کہانیاں درج کی گئی ہیں۔ جج نے کہا یہ میرے لئے بڑی مشکل بات ہے کہ میں آٹھ دس ضخیم جلدوں کی کتاب کو پڑھوں اور پھر فیصلہ کروں کہ یہ تاریخی کتاب ہے یا نہیں۔ آخر ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جس نے ثبوت طلب کیا۔ انہوں نے ثبوت میں انہی حصوں کو لیا۔ جن میں اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق

خلاف واقعہ باتیں

درج کی گئی تھیں۔ اور کہا کہ میں ثابت کروں گا۔ کہ فلاں فلاں بات غلط لکھی گئی ہے اور وہ اسلام کی تعلیم نہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ کتاب تاریخ کہلانے کی مستحق نہیں۔ غرض اس طرح بھی انہوں نے تبلیغ کا ایک رستہ نکالا۔ اور اخباروں میں چرچا ہو گیا۔ کہ کتاب میں اسلام کے متعلق جو کچھ لکھا گیا تھا اس کی نسبت ثابت کیا جا رہا ہے کہ یہ باتیں اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ اس طرح کئی دن وہاں خوب چرچا ہوتا رہا۔ پھر امریکہ کے عام طبقہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے

صوفی صاحب کا رُعب

اس قدر ہے۔ کہ اسی مقدمہ کی جو روئداد اخبارات میں شائع ہوئی۔ اس میں لکھا گیا۔ عدالت میں فریق مخالف کے وکیل ڈاکٹر سپر بگ نے جو اپنے پیشہ کے لحاظ سے اچھا عالم ہے۔ اسی سلسلہ میں جب بیان دیا۔ تو اس سے اسلام کے متعلق ایک بات پوچھی گئی۔ اس نے کہا یوں ہے اس پر صوفی صاحب جھٹ کر اٹھے اور کہنے لگے۔ یہ ٹھیک نہیں اس نے کہا اچھا میری بات غلط ہے گویا اسے یقین تھا۔ کہ اگر میں نے انکار کیا تو یہ ثابت کر دیں گے۔ کہ میری بات واقعی غلط ہے۔ اسی طرح

ایک اور نومسلم

لیمنر نامی ہیں۔ یہ پولینڈ کے رہنے والے ہیں۔ اور بہت ہی محبت کرنے والے نوجوان ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ اکثر میرے ملاقات کے کمرہ میں بیٹھے رہتے۔ مگر بات کوئی نہ کرتے۔ جب میں باہر جاتا۔ تو وہ بھی چلے جاتے۔ میں نے ایک دن صوفی صاحب سے کہا کہ ان سے دریافت کریں انہیں مجھ سے کوئی کام تو نہیں۔ شاید یہ شرم کی وجہ سے نہ بتاتے ہوں۔ انہوں نے کہا۔ میں نے پوچھا تھا تو وہ کہنے لگے۔ کہ ایک شخص جو قادیان سے آیا ہے۔ اور احمدی ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس نے دیکھا ہے۔ اور تحفہ شہزادہ ویلز کا اس نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اس کے پاس بیٹھنا ہی

رُوحانیت میں ترقی

کا باعث ہے۔ یہ نومسلم ٹیچنگز آف اسلام کا عاشق ہے۔ کہتا تھا کہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کا پولش زبان میں ترجمہ کر رہا ہوں اور تھوڑا تھوڑا کر کے اخبارات میں چھپوا رہا ہوں۔ تاکہ لوگوں کو اس مضمون سے دلچسپی پیدا ہو جائے۔ یہ سب لوگ اپنا کاروبار کرنے والے ہیں۔ اور فارغ وقت میں اسلام کی خدمت کرتے ہیں

ایک اور نہایت ہی مخلص احمدی

جو یونانی ہیں۔ سلیمان نامی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام کیونکر پہنچا۔ وہ کہنے لگے۔ میں جنگ عظیم سے پیشتر یونان سے امریکہ میں آ گیا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی۔ تو ہماری فوج کو پاناما کینال جانے کا حکم ملا۔ وہاں کسی اخبار میں ریویو آف ریلیجنز کا ذکر دیکھا اور سلسلہ کے کچھ حالات پڑھے۔ بعد میں جب میں شکاگو میں آیا تو مفتی محمد صادق صاحب مجھ سے ملے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچایا جسے میں نے مان لیا۔ میں نے کہا تم اپنے ملک میں کیسے مسلمان تھے۔ کہنے لگا والدین چونکہ مسلمان تھے۔ اس لئے صرف مجھے کلمہ پڑھنا آتا تھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نہ نماز آتی تھی نہ سورۂ فاتحہ۔ میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو الہام تو صرف تمہاری ذات میں ہی پورے ہوئے

ایک الہام

آپ کا یہ ہے۔ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" پاناما کینال دنیا کا دور دراز کا کنارہ ہے۔ جہاں تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچا۔ وہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ میں نے کہا

دوسرا الہام

یہ ہے۔ کہ "مسلماں را مسلماں باز کردند" تمہارے جیسے مسلمان ہی دنیا میں باقی رہ گئے تھے جنہیں دوبارہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ مسلمان بنایا جانا مقدر تھا۔ اس سے وہ بڑا خوش ہوا۔ وہ بہت ہی مخلص احمدی ہے۔ آج کل تو وہ بیکار ہے۔ لیکن صوفی صاحب نے بتایا کہ کام کے دنوں میں مسلم سن رائز کے لئے باقاعدہ چندہ دیتا ہے۔ وہ ڈیڑھ سو میل سفر کر کے میرے ملنے کے لئے آیا۔ اور امریکہ میں ریل کا کرایہ یہاں کی فرسٹ کلاس کے کرایہ سے تین گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اس سے احباب اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ وہ باوجود بیکاری کے کس قدر خرچ کر کے آیا۔ میں نے اس کو جب بھی دیکھا۔ ہمیشہ کچھ فاصلے پر کھڑے دیکھا میں نے دریافت کیا کہ یہ ہوٹل کے اندر کیوں نہیں آ جاتا۔ تو مجھے بتایا گیا۔ کہ اس کے پاس کوٹ نہیں۔ اس لئے یہ ہوٹل میں نہیں آ سکتا۔ اتنی غربت کے باوجود وہ سلسلہ سے نہایت ہی محبت اور اخلاص رکھتا ہے میں جب کبھی باہر جاتا۔ تو اسے ٹرین یا بس میں ساتھ بٹھا لیتا۔ اس نے بتایا۔ عرب جو یہاں رہتے ہیں۔ جب ہم انہیں تبلیغ کرتے ہیں۔ تو وہ ہمارے ساتھ لڑتے ہیں۔ لیکن جب عیسائیوں سے مقابلہ ہو۔ تو پھر ہم سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔

یونان کے ایک اور دوست

بھی احمدی ہیں۔ ان کا نام احمد علی ہے وہ بھی نہایت مخلص ہیں۔ اور انہوں نے اسلام کے متعلق ایک ہمدرد حلقہ قائم کیا ہوا ہے ان میں سے ایک کا نام

مسز پراک

ہے۔ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئیں۔ بعض مسائل پر غور کر رہی ہیں لیکن بہت حد تک اسلام کی مداح ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بڑے اصرار سے میری دعوت کی۔ دس بارہ اپنے رشتہ داروں کو بھی بلایا۔ اور دو گھنٹہ تک مجھ سے اسلام کے متعلق سوالات دریافت کرتی رہیں

انگلستان میں ابھی یہ صورت نہیں۔ کہ لوگ ہمارے مبلغین کو خود بلائیں۔

اب میں اپنی جماعت کے دوسرے حصہ کا ذکر کرتا ہوں۔ امریکہ میں ہماری جماعت صرف شکاگو میں ہی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گیارہ شہروں میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور شہروں سے مراد یہ نہیں کہ ایک جماعت امرت سر میں ہے تو دوسری لاہور میں۔ بلکہ وہاں کی دو شہروں کی جماعتوں کے درمیان فاصلہ ۲½ ہزار میل کا ہے۔

کالوں کی جماعت

میں شکاگو میں میری دو تقریریں ہوئیں۔ سب سے پہلے جس سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہ ایک عورت ہیں۔ صوفی صاحب نے مجھے فون کیا۔ کہ ایک عورت ہیں مسز علیمہ (یہ خاتون مولوی محمد الدین صاحب کو بھی جانتی ہیں۔ چنانچہ اب تک ان سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ اس نے مجھے خط دکھایا) صوفی صاحب نے کہا وہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے۔ اور وہ آپ کے ہوٹل میں کھانا بھیج رہی ہیں۔ میں نے کہا یہ مناسب نہیں۔ میں ان کے مکان پر آتا ہوں۔ وہ کہنے لگے۔ مکان بہت دور ہے۔ اور وہ کھانا لیکر چل پڑی ہیں۔ ابھی وہ دفتر میں آ رہی ہے۔ میں نے کہا۔ تو پھر میں بھی آپ کے دفتر میں آ جاتا ہوں۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ شاید یہ عورت خیال کرتی ہوگی۔ کہ میں اس کے مکان پر کھانا کھانا پسند نہیں کرونگا۔ اس لئے ہوٹل میں لانے کا انتظام کیا۔ خیر دفتر میں کھانا آ گیا۔ کھانا نہایت لذیذ تھا۔ مگر اس سے زیادہ لذت کی بات یہ تھی۔ کہ میں نے دیکھا۔ وہ ایک نہایت ہی

مخلص مسلمان خاتون

ہیں۔ ان کا خاوند بھی مسلمان ہے۔ تین بیٹیاں ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہیں۔ ایک کی شادی ہو چکی ہے۔ اور داماد بھی مسلمان ہے۔ اس کا ایک چھوٹا سا نواسہ تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگی یہ حقیقی مسلمان ہے۔ کیونکہ اسلام میں اس کی پیدائش ہوئی ہے میں نے کہا۔ میرے نزدیک تو حقیقت اس کے الٹ ہے۔ حقیقی مسلمان آپ ہیں۔ یہ تو پیدائشی مسلمان ہے۔ انہوں نے شوق ظاہر کیا۔ کہ میں ان کے مکان پر آؤں۔ چنانچہ میں گیا۔ صوفی صاحب اور یوسف خان صاحب بھی ہمراہ تھے۔ یہ میری کالے نو مسلموں سے پہلی ملاقات تھی۔ دوسرے دن وہاں تقریر ہوئی۔ چونکہ وہاں جلسہ کرنے کے لئے اپنا مکان نہیں اس لئے یہ لوگ ہر ہفتہ کوئی ہال کرایہ پر لے لیتے ہیں۔ اور ہر شخص آتے وقت ایک ایک چادر بغل میں دبا لاتا ہے۔ چادروں کو وہاں فرش کے طور پر بچھا دیا جاتا ہے۔ پہلے مغرب کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر

انجمن کی میٹنگ

ہوتی ہے۔ اور پھر عشا کی نماز بھی وہیں ادا کی جاتی ہے۔ ایسے اجلاس پہلے ہفتہ میں دو بار ہوا کرتے تھے۔ مگر اب تین بار ہوتے ہیں۔ میں پہلی دفعہ اس میٹنگ میں جب شامل ہوا اور تقریر کی۔ تو میں ان کے اخلاص سے اس قدر متاثر ہوا کہ میں جب تک وہاں رہا۔ اور وہاں سے واپس آنے کے بعد بھی جب مجھے ان کا خیال آتا ہے تو ان کے اس

عشق و محبت کا تصور

کرکے جو انہیں اسلام سے ہے۔ میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ ان کی روحوں کی پاکیزگی اور سعادت جب میں نے دیکھی تو مجھے بارہا اپنے ملک کے لوگوں پر افسوس آیا۔ کہ ایک تو وہ ہیں جنہوں نے ہزاروں کوس کے فاصلے پر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نور کو دیکھا اور اسے قبول کیا۔ اور ایک یہ ہیں جن کے سامنے وہ نور نازل ہوا۔ مگر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ لوگ رنگ کے لحاظ سے بے شک حبشی ہیں۔ لیکن مجھے ان سے زیادہ

خوبصورت اور پاکیزہ

امریکہ میں کوئی نظر نہیں آیا۔ جب میں تقریر کر رہا تھا۔ تو انہیں جب بھی کوئی نکتہ پسند آتا وہ انگریزی طریق کے ماتحت تالیاں نہ بجاتے۔ بلکہ جوش سے الحمد للہ کا نعرہ لگاتے۔ ان لوگوں میں سے ہر ایک اگرچہ عشق و محبت کا پتلا ہے۔ لیکن ان کی جماعت کا سردار جس کا نام عمر خان ہے وہ تو اس قدر اسلام کی محبت میں محو ہے کہ قادیان کے باہر ایسے وجود بہت کم نظر آتے ہیں۔ اور یورپ میں تو ایسے لوگوں کا پیدا ہو جانا ناممکن نظر آتا تھا۔ اسے اس قدر اسلام سے عشق ہے کہ ہر وقت تبلیغ اسلام میں مصروف رہتا ہے۔ جب میں وہاں سے رخصت ہوا۔ تو دو اڑھائی سو کے قریب کالے مجھے ملنے آئے۔ ان میں سے ہر ایک نے السلام علیکم کہا اور ہر ایک یہ کہتا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کر دینا۔ اور

تقویت ایمان کیلئے دعا کی تحریک کرنا

یہ نہیں کہ وہ تکلف سے یہ کہتے ہوں۔ بلکہ وہ اس طرح کہتے کہ گویا یہ بات ان کے دل سے نکل رہی ہے۔ غرض ان کے ایمان کے متعلق کس قدر بھی تفصیل کیوں نہ کی جائے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ انہوں نے اسلامی روح کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ گوروں نے بھی لیکن کالوں نے بہت زیادہ

ہماری جماعت نے تبلیغ اسلام کا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان

مبلغین کیلئے سہولتیں

مہیا کریں۔ تا ایسا نہ ہو کہ ہماری کوتاہی کی وجہ سے اس کام میں کوئی رخنہ واقع ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کام کو وسعت دی جائیگی تو اس قدر کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہونگے کہ سیکھنے والے تو بہت ہونگے مگر سکھانے والے مشکل سے ملیں گے۔ میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ صوفی صاحب آئندہ زیادہ تفصیل سے رپورٹ مرتب کرکے ارسال کیا کریں گے۔ تاکہ لوگوں کو ان کے کام سے پوری واقفیت حاصل ہو۔

میں نے ابھی کہا ہے کہ شکاگو میں ہمارا کوئی مرکز نہیں۔ اس وجہ سے لازماً صوفی صاحب کو تکلیف بھی ہے۔ لیکن ایک لحاظ سے اس کا اچھا اثر بھی ہے۔ یعنی اگر کوئی خاص مقام ہوتا۔ تو کام محدود دائرہ میں ہوتا مگر اب ان کی یہ حالت ہے کہ انہیں جہاں جگہ مل جائے چلے جاتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے کام میں وسعت ہوتی جا رہی ہے۔ ان کا دفتر اگرچہ شکاگو میں ہے۔ مگر وہ پھرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے لئے

رہنے کا مکان کوئی نہیں

میں وہاں آٹھ دن رہا۔ اور جس شدت سے صوفی صاحب مجھ سے محبت کا اظہار کرتے رہے۔ اس کے ماتحت اگر ان کا مکان ہوتا تو وہ ضرور مجھے اپنی جائے رہائش کا پتہ دیتے۔ لیکن میں نے جب بھی ان سے ان کے مکان کے متعلق پوچھا۔ وہ ٹال گئے۔ جس کا مطلب میں یہ سمجھا کہ یا تو ان کے رہنے کا مکان کوئی ہے ہی نہیں۔ اور یا ایسا ہے کہ اگر وہ مجھے دکھاتے تو شرمندہ ہوتے یا شاید اس خیال سے مجھے نہ دکھایا کہ مجھے نفرت پیدا نہ ہو یا ان کے لئے میرے دل میں درد پیدا نہ ہو۔ بہرحال ان کا مستقل مکان کوئی نہیں۔ جہاں سونے کی جگہ مل جاتی ہے وہیں سو جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں جب امریکہ میں مالی تنگی بہت بڑھ گئی۔ تو صوفی صاحب کا طریق تھا کہ ناشتہ کسی کے ہاں سے کر لیتے اور کھانا کہیں سے کھا لیتے۔ دوسری بات جو ان کی ذات کے متعلق میرے مشاہدہ میں آئی۔ وہ یہ ہے کہ اگر وہ دوپہر کا کھانا کھا لیں تو رات کا نہیں کھاتے۔ گویا وہ صرف

ایک وقت کا کھانا

کھاتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ ان کے پاس خرچ کم ہوتا ہے۔ یا اس لئے کہ انہوں نے عادت ڈال لی ہے۔ یہ حالات وہاں جا کر ہی انسان دیکھ سکتا ہے۔ یہاں بیٹھے معلوم نہیں ہو سکتے۔ اگر یہاں کے لوگ یہ خیال کرتے ہوں۔ کہ وہاں لیکچر دینے سے پیسے مل جاتے ہیں۔ اور اس طرح ممکن ہے۔ صوفی صاحب بھی کچھ روپیہ کما لیتے ہوں۔ تو یہ غلط ہے۔ وہاں دو قسم کے لوگ روپے کما سکتے ہیں۔ اول

مشاہیر عالم

یہ لوگ ایک ایک لیکچر کے بعض دفعہ ہزار ہزار ڈالر بھی وصول کر لیتے ہیں لیکن اس کے بھی صرف تین ماہ ہوتے ہیں۔ سارا سال کوئی شخص اس ذریعہ سے روپیہ نہیں کما سکتا۔ دوسرے وہاں

جنتر منتر کرنے والے

کچھ پیسے کما لیتے ہیں۔ لیکن وہ شخص کس طرح لیکچروں کے ذریعہ روپیہ کما سکتا ہے جو جاتا تو ان کے دین پر حملہ کرنے کے لئے ہے۔ اور باتیں ان سے وہ سنوانا چاہتا ہے جنہیں وہ سننا بھی پسند نہیں کرتے۔ بیشک جب وہ خود کسی لیکچر کیلئے بلائیں۔ تو آنے جانے کا کرایہ اور ہوٹل کا خرچ دے دیتے ہیں۔ لیکن ذاتی اخراجات کے لئے کچھ نہیں دیتے۔ اس وجہ سے صوفی صاحب کی مالی حالت

مقامی کارکنان تبلیغ کی خاص توجہ کیلئے

پیشتر اس کے کہ میں انصار اللہ کے سالانہ اجلاس کی روئداد شائع کروں۔ میں ذیل میں ان کی سالانہ کارروائی کے شمار و اعداد جو میرے دفتر کے ریکارڈ سے مہیا ہو سکے ہیں۔ دیتا ہوں۔ بعض دوستوں نے اثناء جلسہ میں مجھے بتلایا تھا۔ کہ یہ اعداد و شمار صحیح نہیں بلکہ بعض کا کام اس سے زیادہ ہوا ہے۔ لہذا جن جماعتوں کا کام اس گوشوارہ میں کم دکھایا گیا ہے۔ ان کے کارکن مجھے فوراً اطلاع دیں۔ تاکہ میں تصحیح کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے حضور پیش کر کے مکمل روئداد مع ریزولیوشنز کے شائع کر دوں
(ناظر دعوت و تبلیغ)

نمبر شمار	حلقہ زیر تبلیغ	تعداد انصار اللہ	تعداد تعلیمی اجتماع	تعداد افراد زیر تبلیغ	پمفلٹ و اشتہارات	پبلک جلسے یا مناظرے	تعداد دیہات زیر تبلیغ	تعداد نومبائعین
۱	پٹیالہ	۹۵	۹۵	۳۹۰۰	۱۶۲۸	۱۵	۱۳۲	۲۶
۲	ضلع بنوں	۸	۱۸	۸۳۹	۳۴۳	۵	۱۶۴	۳
۳	ہوشیارپور	۳۷	۴۳	۴۱۳	۱۶	۳	۴۵	۵
۴	دہلی	۱۴	۱۴	۱۱۸۸	غیر معین	۲۵	۲	۴
۵	سرگودہا	۷۹	۸۲	۴۹۸	۳۹۹۱	۱۸	۵۷	۱۰
۶	لائل پور	۱۸	۱۴	۲۲۰۸	۷۳۰۰	۱۱	۲۶	۷
۷	جھنگ					۱		x
۸	جہلم	۳۳	۴۸	۵۱	۱۰۶	۱	۲۳	x
۹	گجرات	۲۲	۱۵	۲۷۱	۷	۳	۳۹	۴
۱۰	کشمیر جموں	۴۳	۹	۱۵۰	۲۱۰	۱	۳۱	x
۱۱	سیالکوٹ	۴۷	۴۳	۲۹۳	۱۳۰۰۰	۷	۲۰	۱۰
۱۲	ملتان	۶۹	۴	غیر معین	غیر معین	۷ جلسے ا مناظرہ	۲۴	x
۱۳	لدھیانہ	نامعلوم	۴	غیر معین		ا مناظرہ ا جلسہ		
۱۴	پشاور	۳۵	۱	غیر معین	۳۰۰۰۰	۲ جلسہ ا	۳	۱
۱۵	انبالہ	۱۳	۵			ا جلسہ	۱	
۱۶	جالندھر چھاؤنی	۱۱	۵۵	۴۵۰	۳۰۳۳	۹		۲
۱۷	گوجرانوالہ	۱۱۱	۶۹	۲۴۱۳	۶۴۰۰	۱۴	۹۹	۲۴
۱۸	لاہور	۳۶	۱۱	۳۴۶	۷۹۶	۷	۱۵	۳
۱۹	منٹگمری						۴	
۲۰	راولپنڈی	۲۵	۵	۹۸		۲	۳	
۲۱	فیروزپور	۲۷						
۲۲	ہزارہ	۲۰	۳	۱۰۵	۵۰	۳	۳	۲
۲۳	امرتسر	۲۳	۵	۹۷	۵۹۰	۳	۱۲	
۲۴	یوپی	۲۳	۱۲	۲۷۳	۴۵۰	۳	۷	۱
۲۵	گورداسپور	۱۷۹	۲۰	۱۲۷	۲۴۸۲	۱۰	۱۲۷	۱۲
۲۶	شملہ	۱۴	۷	۱۲۰	غیر معین		۲	۱
۲۷	بنگال و اڑیسہ	۱۱	۲۴	۴۸۵	۲۳۳۰۰	۱۱۴	۱۳۱	۵۵
۲۸	احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ لاہور	کل مقامی بنے ۴۳			۴۴۰۰۰	۱۰		
	کل میزان	۴۸۶	۴۳۳	۱۴۴۰۸	۱۳۷۷۰۲	۲۸۸	۹۷۰	۱۷۰

بہت کمزور ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ کا خاص سلوک

ان سے ہے۔ ورنہ بظاہر ایسے حالات میں کوئی انسان وہاں پانچ سال نہیں گذار سکتا۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اپنی مشکلات کے متعلق مجھے کوئی تحریک کی۔ میرے پاس انہوں نے کسی رنگ میں بھی کسی وقت شکوہ نہیں کیا۔ اور کسی رنگ میں بھی تنگی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ میں نے ہمیشہ اور ہر وقت ان کے

چہرہ پر بشاشت

دیکھی۔ خواہ مجھے وہ صبح ملے یا رات کے بارہ بجے۔ اس کے مقابلہ میں جس رنگ میں وہ کام کرتے ہیں۔ اس کی یہ صورت ہے۔ کہ شکاگو جیسے شہر میں کسی کو یہ جرات نہیں۔ کہ وہ کوئی بات اسلام کے متعلق شائع کرے۔ جب تک اسے یہ یقین نہ ہو جائے۔ کہ صوفی صاحب اسے غلط قرار نہ دینگے۔ اور میں سمجھتا ہوں جب تک انگلستان اور دوسرے ممالک میں بھی یہی حالت نہ ہوگی اور لوگ جب تک یہ نہیں سمجھیں گے کہ اصل اسلام کے حامل یہی لوگ ہیں۔ ہم ترقی نہیں کر سکتے پھر باوجود

فقیروں کے رنگ میں گذارا

ہونے کے ان کے وقار کی یہ حالت ہے کہ وہاں کی جماعت کے وہ ایک قسم کے حاکم ہیں۔ اور جماعت کے لوگ اپنے ملک کے پریذیڈنٹ کی اتنی عزت نہیں کرتے جتنی صوفی صاحب کی کرتے ہیں۔ جب وہ لاہور میں پڑھتے تھے۔ تو دوسرے نوجوانوں کی طرح وہ بھی ایک عام نوجوان ہی تھے۔ اور بہت سادہ طبع تھے۔ مگر اب ان میں ایک جلال پایا جاتا ہے اور جب وہ کوئی بات کہتے ہیں تو جماعت کے لوگ نہایت توجہ اور محبت سے سنتے اور الحمد للہ کہتے ہیں۔ یہ ان کا وہاں کے لوگوں پر اثر ہے۔ مگر اگر اس تمام کام کو دیکھتے ہوئے ہم اس سے غافل ہو جائیں اور کام کی قدر نہ کریں تو

خدا کی نظر میں

ہم گنہگار ہونگے۔ ہمارے تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں علمی رعب حاصل ہو رہا ہے اور ہم فخر کے ساتھ اسلام کی تعلیم کو ہر جگہ پیش کر سکتے ہیں۔ چونکہ صوفی صاحب کے کام کا میرے دل پر بہت گہرا اثر ہے اس لئے میں نے یہ چند باتیں بیان کر دی ہیں۔ احباب کو چاہیئے کہ سب مبلغین کے لئے مگر صوفی صاحب کے لئے خصوصیت سے دعائیں کریں۔ میں آخر میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ انہوں نے

رسالہ مسلم سن رائز

کو جاری کیا ہوا ہے پہلے یہ سہ ماہی تھا مگر جب امریکہ میں مالی تنگی کی وجہ سے کئی بنک فیل ہوئے اور گرجے بند ہو گئے تو انہوں نے اسے ششماہی کر دیا صوفی صاحب اپنا اوقات اپنی جان پر ظلم کر لیتے ہیں لیکن رسالے کو جاری رکھتے ہیں اس لئے میں دوستوں کو تحریک کرتا ہوں کہ جنہیں شوق ہو وہ اس رنگ میں صوفی صاحب کی امداد کریں۔ رسالہ کی سالانہ قیمت صرف تین شلنگ ہے۔ اگر احباب اس رسالے کیلئے ... خریدار مہیا کر دیں۔ تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل سکتا ہے۔ امریکہ میں نہایت ہی مفید ثابت ہو رہا ہے۔ لیکن علاوہ اس ظاہری مدد کے احباب کو چاہیئے کہ اپنی دعاؤں سے ان کی

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

گاندھی جی کے ایک رفیق مسٹر کاکا کالیکر سابق پرنسپل گجرات نیشنل کالج نے کلکٹر بمبئی کو اطلاع دی تھی۔ کہ وہ دو ساتھیوں سمیت گاندھی جی کی تقلید میں موضع راس کی طرف کوچ کریں گے۔ انہیں ۴ر جنوری کو احمد آباد میں گرفتار کر لیا گیا۔

گورنمنٹ بمبئی نے ۴ر جنوری کے گزٹ میں اعلان کیا ہے کہ ۱۱ر جنوری سے دو ماہ تک کوئی شخص سول نافرمانی کو جاری رکھنے یا اسے تقویت دینے کے لئے کسی جلسہ یا جلوس میں حصہ نہ لے اور نہ ہی کسی ایسے جلسے یا جلوس کا انتظام کرے۔

آل پارٹیز کانفرنس کی صدارت سے بمبئی کی ۴ر جنوری کی اطلاع کے مطابق ڈاکٹر انصاری نے انکار کر دیا ہے اور غالباً مسٹر جناح یہ فرائض سرانجام دینگے۔

ایسوسی ایٹڈ پریس نے کلکتہ سے ۴ر جنوری کو معتبر ذرائع سے معلوم کیا ہے۔ کہ سری نگر کے عوض سیالکوٹ مہاراجہ کشمیر کو دئے جانے کی خبر غلط ہے۔

ہندو سبھا نے کمیونل ایوارڈ میں مداخلت کرنے کی جو درخواست لیگ آف نیشنز سے کی تھی۔ وہ چونکہ مسترد ہو چکی ہے اس لئے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ بھائی پرمانند اور ڈاکٹر مونجے جنیوا جائیں گے۔ تاکہ لیگ کو اسی پر آمادہ کر سکیں۔

کابل سے ۴ جنوری کی خبر ہے۔ کہ ہز میجسٹی نادر شاہ کے قتل کے سلسلہ میں ۱۴ اشخاص کو پھانسی کی سزا دی گئی ہے۔ جن میں تین جنرل غلام نبی خاں کے بھتیجے ہیں۔ اور ایک فوجی افسر۔ نیز عبد الخالق کا والد۔ چچا اور ماموں بھی ان میں شامل ہیں۔

واشنگٹن سے ۳ جنوری کی خبر ہے کہ فنانس کارپوریشن نے اعلان کیا ہے کہ اجناس کا نرخ بڑھانے کی کوششوں کے سلسلہ میں گورنمنٹ نے ۵ کروڑ ڈالر کا غیر ملکی اور قریباً اڑھائی لاکھ ڈالر کا ملکی سونا خریدنے کا فیصلہ کیا ہے۔

نئی دہلی سے ۴ جنوری کی خبر ہے، کہ ہملٹن روڈ پر ریلوے ڈیلوری آفس کے بالمقابل ایک زمین دوز سرنگ کا انکشاف ہوا ہے۔ بعضوں کے زمانہ کی بیان کی جاتی ہے۔

مدراس ۳ر جنوری کی خبر ہے کہ ضلع تنجور میں حال میں جو طوفان آیا۔ کلکٹر کی رپورٹ کے مطابق اس سے ۰۰ ۵ ہزار مویشی اور ۱۰۴ اشخاص ہلاک ہوئے۔

بمبئی سے ۳ جنوری کی خبر ہے کہ جاپان کے ساتھ تجارتی معاہدہ کے نتیجہ میں بمبئی کی روئی کی مارکیٹ بہت چڑھ گئی ہے۔ پچاس ہزار گانٹھوں کے سودے بھی ہو چکے ہیں۔ کپڑے کے کارخانہ دار اس سمجھوتہ سے مایوس نظر آتے ہیں۔ جاپان ہندوستانی روئی کا بائیکاٹ ۸ جنوری سے ختم کرے گا۔

کپورتھلہ سے ۴ جنوری کی خبر ہے کہ زمیندارہ لیگ کے ڈکٹیٹر چوہدری عبد العزیز کی گرفتاری کی وجہ سے ایک ہزار زمینداروں کا جتھہ کپورتھلہ کی طرف کوچ کر رہا ہے۔ جسے روکنے کے لئے فوجی پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس ایجی ٹیشن میں احراریوں سے امداد لینے کی بھی کوشش کی جا رہی ہے۔

بمبئی سے ۵ر جنوری کی خبر ہے کہ خلافت ورکرز یونین نے فیصلہ کیا ہے کہ خلافت ہاؤس کے سامنے ستیہ گرہ کرینگے۔ کیونکہ ان کی بقایا اجرتیں ان کو ادا نہیں کی گئیں۔

مسٹر جناح ۴ جنوری کو بمبئی پہونچ گئے۔ آپ نے ایک انٹرویو میں کہا کہ جب تک ہم میں اتفاق نہیں ہوتا۔ ہم کو انگلینڈ سے کسی فائدہ کی توقع نہیں ہونی چاہیئے۔ وہائٹ پیپر کے مخالف اور موافق برٹش مدبروں میں کوئی فرق نہیں۔

گاندھی جی اندھرا ڈسٹرکٹ کا دورہ ختم کرکے ۴ جنوری کو میسور میں داخل ہو گئے۔ ضلع اندھرا سے ۹ دن میں آپ نے ۴۵ ہزار زر نقد اکٹھا کیا۔ زیورات اور دوسرے عطیات اس کے علاوہ ہیں۔

ایبرڈین (انگلینڈ) کے شاہی فارم کا ایک بیل ایک سو ساٹھ پونڈ یعنی ۲۲۰۰ روپیہ میں فروخت ہوا ہے۔

پنجاب کے سکھوں نے ۴ر جنوری کو شالامار باغ میں گورنر پنجاب کو ایڈریس دیا۔ جس میں کہا۔ کہ وہ پنجاب میں ایسی مراعات چاہتے ہیں۔ جو باقی اقلیتوں کو اور جگہ حاصل ہیں۔ سکھ دیگر اقوام کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ نیز زمینداروں کی اقتصادی بدحالی کی طرف توجہ دلائی۔ گورنر نے جواب میں کہا۔ کہ سکھوں کے حقوق آئندہ کانسٹی ٹیوشن میں محفوظ ہونگے۔ اور گورنمنٹ زمینداروں کے ترفع کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔

سیالکوٹ میونسپلٹی میں بدنظمی کی شکایات پر حکومت نے مسٹر ٹالنٹن ایک انگریز افسر تحقیقات کے لئے مقرر کیا ہے۔

چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے خان بہادر سید مقبول شاہ آئی۔ ای۔ ایس اور مسٹر سٹوڈنٹ ڈائرکٹر محکمہ زراعت کو نئے سال کے لئے یونیورسٹی کا اعزازی فیلو نامزد کیا ہے۔

ٹراونکور سے ۳ جنوری کی ایک خبر مظہر ہے کہ مالابار کے ہزاروں اچھوت ہندو مذہب سے بیزار اور ہندوؤں کے ساتھ ملنے کو اپنی ترقی کے لئے رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مندروں میں توہمات اور ایک دوسرے سے منافرت کی تعلیم کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

افغانستان کی ہاکی ٹیم کا پہلا میچ ۴ جنوری کو پشاور میں اسلامیہ کالج کی ٹیم سے ہوا۔ دونوں ٹیموں نے ایک ایک گول کیا۔ اور میچ برابر رہا۔ مشن کالج کے ساتھ میچ کھیلنے کے بعد یہ ٹیم لاہور آ رہی ہے۔

بنگال یوتھ لیگ کی طرف سے تمام صوبہ میں پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ کہ تمام نوجوان۔ طلباء۔ مزدور۔ عورتیں اور کاشتکار گاندھی جی کے مقاطعہ کی مہم میں لیگ سے تعاون کریں۔ اشتہارات کے ذریعہ گاندھی جی سے کئی سوالات کئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ کیا ملک کے لاکھوں انسانوں کی فاقہ کشی کے باوجود ان کے برت پر ۱۶ ہزار روپیہ خرچ آیا تھا۔ اور انہیں متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ بنگال نہ آئیں۔

ناگپور سے ۵ جنوری کی خبر ہے کہ بیتول اور اس کے نواح میں تیس میل کے رقبہ میں شدید ژالہ باری ہوئی ہے۔ جس سے تمام فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ گذشتہ ہفتہ برار اور سی پی کے بعض اضلاع میں بھی اولے پڑ چکے ہیں۔

ڈیچ کود (بوہیمیا) سے ۴ جنوری کی خبر ہے کہ ایک کان کے پھٹنے کا زبردست حادثہ ہوا ہے۔ جس سے سارا شہر متزلزل ہو گیا ایک سو اکتیس کان کن زندہ ہی دفن ہو گئے۔

ٹرکش گورنمنٹ نے انگورہ سے ۵ر جنوری کی اطلاع کے مطابق ایک قانون پاس کیا ہے۔ جس کے رو سے ان تمام بچوں کو جن کی پیدائش ناجائز ہے۔ قانون کے اندر لایا گیا ہے اور ملکی قانون کے مطابق وہ جائز والدین کی اولاد کی طرح ہی سمجھے جائینگے۔

پنڈت نہرو نے ۶ جنوری کو الہ آباد سے ایک بیان جاری کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ہندو مسلم اور دوسرے فرقہ پرست جو مطالبات پیش کرتے ہیں۔ وہ سرکاری ملازمتوں کے متعلق ہیں۔ مگر نوکریاں صرف چند پڑھے لکھوں کو مل سکتی ہے۔ عوام ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

لنڈن کی ایک خبر مظہر ہے کہ نواب بہاولپور نے وہاں ایک روز دو تین گھنٹہ میں ۷۵۰ پونڈ کے کھلونے خرید کئے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ والیان ریاست یورپ میں کس طرح روپیہ صرف کرتے ہیں۔

حکومت کشمیر نے محکمہ ٹرانسپورٹ کے لئے ۲۲ موٹر ڈرائیوروں کی درخواستیں طلب کی ہیں۔ جو سب کے سب مسلمان ہونگے۔ اور ریاست کے باشندے۔

مصر کا مشہور اخبار البلاغ لکھتا ہے۔ کہ حکومت فرانس نے ٹیونس اور الجزائر کے مسلمانوں پر حج بیت اللہ کے سلسلہ میں بعض قیود عائد کر دی ہیں۔ جس سے بہت ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ اور عرب قبائل نے جہاد کا اعلان کر دیا ہے۔

جاپان و ہندوستان کے مابین تجارتی معاہدہ ۹ جنوری سے عملاً آمد شروع ہو گیا۔ اور اسی روز سے جاپانی سوتی مال پر محصول ۵۰ فیصدی کر دیا گیا۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی